عقائد و کمالات علمائے دیوبند

افادات

حضرت العلام مولانا **اللہ یار خان** رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
اِدارہ نقشبندیہ اَویسیہ دارُالعرفان منارہ ضلع چکوال

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مقدمہ

الحمد لله الذی هدانالهذا وما کنا لنهتدی لولان هدانا الله و الصلوة والسلام علی خاتم الانبیاء و علیٰ اله واصحابه اجمعین.

انسان کی زندگی کے دو پہلو ہیں یا یوں کہیے کہ دو اجزا سے مرکب ہے۔نظریہ اور عمل ان دونوں کا آپس میں ایسا گہرا تعلق ہے جیسا بیج اور درخت کا ہوتا ہے اگر بیج ہی سرے سے موجو نہ ہوتو درخت کے وجود کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی درخت کے وجود کا مدار بیج کے موجود ہونے پر ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بہترین پھل حاصل کرنا مطلوب ہوتو عمدہ بیج کی تلاش اور انتخاب پر پوری کوشش صرف کی جاتی ہے کیونکہ ناقص بیج سے عمدہ پھل حاصل کرنے کی توقع صرف وہی شخص کرسکتا ہے جس کے ہوش وحواس ٹھکانے نہ ہوں۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس کی تمام تر تعلیمات فطری حقائق پر مبنی ہوتی ہیں۔ مندرجہ بالا فطری حقیقت کو سامنے رکھ کر ذرا کتاب ہدایت یعنی قرآن کریم کا مطالعہ کیجئے آپ کو جا بجا ایمان اور عمل صالح کا ذکر یکجا ملے گا۔ادبیات میں جسے نظریہ کہا جاتا ہے اسلام کی اصطلاح میں اس کا نام ایمان ہے اور اسی کو عقیدہ

بھی کہتے ہیں ۔قرآن کریم میں ہر جگہ امنوا وعملوا الصالحات کا یکجا پایا جانا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ انسان کی عملی زندگی کے صالح ہونے کا مدار ایمان صحیح یا عقیدہ صحیح پر ہے۔ صرف عقیدہ کا صحیح ہونا کافی نہیں کیونکہ اچھے بیج کی غرض یہ ہے کہ اس سے اچھی فصل لی جائے۔ جب اس بیج سے کچھ حاصل ہی نہ ہوتو اس کا اچھا ہونا کس کام کا۔

سچی بات تو یہ کی عقیدہ وہ قوت ہے جو عمل کی صورت میں ظاہر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا اس لئے جہاں عمل صالح نہیں وہ عقیدہ کی صحت کا معاملہ بھی مشکوک نظر آتا ہے۔

علوم اسلامیہ شرعیہ میں عقیدہ کی اہمیت

علوم اسلامیہ میں علم عقائد بنیادی اور عظیم اہمیت رکھتا ہے کیونکہ انسان کی کامیابی کا انحصار صحت عقیدہ پر ہے اور اسلام کی نگاہ میں کامیابی کا مفہوم اور معیار اس مفہوم سے بالکل مختلف ہے جو ایک سطحی اور مادی ذہنیت کے انسان کے دل و دماغ میں ہوتا ہے۔اسلام کے نزدیک کامیابی سے مراد اخروی زندگی کی کامیابی ہے البتہ اس کامیابی کے حصول کا ذریعہ دنیوی زندگی ہے ۔یعنی ان دونوں کا باہمی تعلق مقصد اور ذریعہ کا ہے انسان کو اس دنیا میں رہتے بستے ہوئے اخروی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیئے انفرادی اور اجتماعی طور پر اعمال کرنے پڑھتے ہیں ان کو مختلف عنوانوں سے بیان کیا جا سکتا ہے ۔جیسے عبادات ، معاملات،اخلاق ان تینوں عنوانوں کا درست اور صحیح ہونا صرف عقیدہ کے صحیح

ہونے پر منحصر ہے۔ قرآن حکیم اور سنت نبوی میں اس حقیقت کی وضاحت ملتی ہے ۔مثلاً ارشاد باری ہے۔

فمن یعمل من الصالحات و هو مئو من فلا کفر ان لسعیه و انا له لکاتبون	جو شخص نیک عمل کرتا ہے اور ہے مومن تو اس کی محنت اور عمل کو ضائع نہ کیا جائیگا اور ہم اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ان اعمال صالح کے اجرو ثواب ملنے اور اخروی کامیابی حاصل کرنے کا مدار صحت عقیدہ پر ہے بلکہ ثواب اعمال صالح کے لئے ایمان بنیادی شرط ہے ۔ایمان کے بغیر کوئی عمل صالح اخروی زندگی کے اعتبار سے پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا۔خوب کہا کسی عارف نے۔

سرمایه داران سودائے آخرت گوئند
تا سرمایه ایمان بایدت زیاں نخواہی کرد

آخرت کی تجارت کے سرمایہ داروں کا کہنا ہے کہ اگر تیرے پاس ایمان کی دولت ہے تو تجھے گھاٹے کا کوئی خطرہ نہیں

امام ہند حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تفہیمات الٰہیہ جلد اول کے اوائل میں فرمایا ہے۔

”حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی بعثت اور دعوت الی اللہ کے تین اہم اور بڑے اصول ہیں جن کی طرف امت کو بلایا جاتا ہے۔ان میں سے اول صحت واصلاح عقائد ہے۔“

پھر آپ فرماتے ہیں۔

''اصول دین ،توحید رسالت ،قیامت وغیرہ اصولی مسائل کو **متکلمین نے بیان** فرمایا ہے۔دوئم فروعی مسائل ؛ تصحیح عمل ۔طاعات جو ذریعہ **قرب خداوندی بنتی ہیں** اور وہ احکام جن کا تعلق ضروریات زندگی سے ہے ان کو **فقہائے امت نے بیان** فرمایا ہے۔

سوئم: اخلاق و احسان جو بدن کے لئے روح کی مانند ہے یا جیسے **معانی کا تعلق** الفاظ سے ہے۔ اخلاص و احسان روح دین ہیں ان کو بیان کرنا عارفین صوفیاء نے اپنے ذمے لگایا ہے۔''

حضرت شاہ صاحبؒ کا نظریہ یہ ہے کی متکلمین ،فقہاء اور صوفیہ کرام نے مل کر پوری شریعت کی حفاظت کی ہے۔

ایمان ،عقیدہ،تصدیق قلبی اور یقین ایک ہی حقیقت کے مختلف عنوان ہیں ۔لفظ عقیدہ، عقد سے ہے جس کے معانی گرہ لگانا ہے اس لئے عقیدہ کا اسلامی مفہوم یہ ہے کہ جن بنیادی حقائق اور ان دیکھی حقیقتوں کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتا ہے ان کے بارے میں ایسا پختہ یقین ہو اور اتنا محکم عقیدہ ہو کہ کوئی گمراہ قوت اس یقین کو متزلزل نہ کر سکے۔ اگر یہ یقین کمزور ہو تو عقیدہ میں کتنی قسم کی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً شک ۔تردد۔شرک۔کفر۔بدعت ،ارتداد،الحاد۔زندقہ ،انفاق اور بے دینی وغیرہ۔ اگر انسان کے عقیدہ اور ایمان میں ان میں سے کوئی خرابی واقع ہو جائے تو اس کا کوئی عمل عند اللہ قابل قبول نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ صرف کوئی عمل کر لینا کافی نہیں اس کا عند اللہ قبول ہونا مطلوب ہے تا کہ اس پر ثواب یا اجر مرتب ہو سکے اس وجہ سے عقیدہ کی صحت کا معاملہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

اس رسالہ میں ہم وہ عقائد بیان کریں گے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے براہ راست شاگردوں یعنی صحابہ کرامؓ کو سکھائے اور صحابہ کرامؓ نے

امت کو پہنچائے جن کا اصطلاحی نام عقائد اہل السنّت والجماعت ہے اہل السنّت والجماعت کا مسلک فقہی اعتبار سے چار فقہی مکاتب فکر پر مشتمل ہے ان میں سے ہمارے پیش نظر اس وقت حنفی مکتب فکر ہے لہذا اہم اسلامی عقائد کا بیان اس انداز سے کریں گے جو فقہائے احناف یعنی امام اعظم ابو حنیفہؒ امام ابو یوسف اور امام محمد شیبانی نے کتاب وسنت اور تعامل صحابہؓ سے اخذ کر کے مدون کئے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ

اللہ یار خان

﴿عقیدہ توحید باری تعالیٰ﴾

توحید تین قسم کی ہے۔ توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید صفات،

توحید ربوبیت: یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بغیر کوئی خالق نہیں، رازق نہیں زندہ کرنے والا نہیں، مارنے والا نہیں، کوئی موجد نہیں، کوئی معدوم کرنے والا نہیں۔

توحید الوہیت: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں کوئی لائق عبادت نہیں کسی کے سامنے سجدہ جائز نہیں خواہ تعظیمی ہو جو ہماری شریعت میں حرام ہے خواہ سجدہ عبادت ہو جو شرک ہے۔

توحید صفات: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان ہی صفات سے موصوف سمجھا جائے جن سے خود اس نے اپنا موصوف ہونا بیان فرمایا ہے۔

بندوں کے تمام افعال خیر وشر، قضاء قدر علم باری سے صادر ہوتے ہیں مگر بندوں کے کسب سے ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مجبور محض نہیں بنایا بلکہ ان کو ارادہ اور اختیار کی آزادی دی ہے۔ اس آزاد ارادہ اور اختیار کو بغیر کسی جبر کے استعمال کرنے کا نام ہی کسب ہے۔ اور یہ بندے کا فعل ہے۔

اللہ خالق کل شیئی درست ہے مگر اللہ تعالیٰ برائی، کفر وشرک کا امر نہیں کرتا حکم نہیں دیتا ان اللہ لایاء مر بالفحشاء

نہ بے حیائی اور کفر وشرک کو درست رکھتا ہے نہ کفر کو پسند کرتا ہے۔

ولا یرضی العبادہ الکفر

توحید صفاتی کی تفصیل

اللہ تعالیٰ کے ذاتی اوصاف یہ ہیں!

وجود۔قدم۔بقا۔قیام۔وحدانیت۔قدرۃ۔ارادہ۔علم۔حیات۔سمع۔بصر۔کلام

ا۔**وجود:۔** اللہ تعالیٰ کا وجود لذاتہ ہے۔ انسان اور دیگر مخلوق کا وجود لذاتہ بنفسہ نہیں بلکہ اللہ کا دیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات صفت وہ ہے جس کی نقیض و صدنہ ہو، مثلاً اللہ تعالیٰ موجود ہے۔اس کے لئے عدم اور فنا نہیں انسان اور دیگر مخلوق بھی موجود ہے مگراس کے لئے فنا بھی ہے۔

یا مثلاً اللہ تعالیٰ بصیر ہے اس کے لئے عدم نہیں مگر انسان بصیر بھی ہوسکتا ہے اور نابینا بھی یا مثلاً اللہ تعالیٰ متکلم ہے مگر گونگا نہ ہوگا انسان متکلم بھی ہوتا ہے اور گونگا بھی ہوسکتا ہے اسی پر باقی صفات کو قیاس کرلیا جائے۔

۲۔**قِدم:۔** قدم ذاتی وہ ہے جس کو کوئی اولیت نہیں یعنی اس کو کوئی ابتدا نہیں مخلوق کی ابتدا ہے۔

۳۔**بقا:۔** اس کا وجود دائمی استمراری ہے جس کی ابتدا ہے نہ انتہا ازلی ابدی ہے مخلوق کی انتہا ہے۔فنا ہوجائے گی۔

۴۔**قیام:۔** اس کا قیام لذاتہ ہے وہ اپنے قیام کے لئے کسی چیز یا مکان کا محتاج نہیں۔ہر چیز سی غنی ہے،مکان ہو،محل ہو یا مخصص ہو۔

۵۔وحدانیت:۔ اس کی ذات میں تعدد نہیں نہ ترکیب ہے۔ذات میں صفات میں یگانہ ہے نہ کسی سے پیدا ہوا نہ اس سے کوئی پیدا ہوگا۔

۶۔ قدرت:۔ وہ ہر شے پر قادر ہے جو چاہے کرے۔عاجز نہیں ہے قدرت

بھی اس کی صفت قدیم ہے۔

۷۔**ارادہ:**۔اس کے ارادہ سے کبھی مراد متخلف نہیں ہوئی ۔جس کا ارادہ کرتا ہے وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

۸۔**علم:**۔علم اس کی ذاتی صفت ہے ۔کسی واسطہ یا ذریعہ سے اس کو حاصل نہیں ہوتا اس لئے اس کا علم حضوری اور قدیم ہے۔انبیاء کرام اور اولیائے کرام کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ ذرائع وسائل اور واسطوں سے حاصل ہوتا ہے۔یعنی بذریعہ وحی ، الہام ،کشف ،وجدان یا خواب وغیرہ۔

جب حصول علم میں کوئی واسطہ آگیا وہ علم علم غیب نہ رہا۔کیونکہ علم غیب کی تعریف یہ ہے کہ وہ کسی واسطہ یا ذریعہ سے حاصل نہ ہو لہذا شرک فی العلم تب ہو گا جب اللہ کے علم حضوری قدیم میں کسی کو شریک مانا جائے۔مخلوق کا علم حادث ہے خواہ حضور ہو یا حصولی ۔ کیونکہ مخلوق خود حادث ہے ۔اللہ کی ذات قدیم ہے اس لئے اس کا علم بھی قدیم اور حضوری ہے۔ وہ ایک علم سے تمام کائنات کو جانتا ہے ۔کلیات و جزئیات کا علم رکھتا ہے۔

مخلوق کو قبل از حدوث کے جانتا ہے اس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے۔

۹۔ **حیات:**۔وہ حی ہے حیات اس کی صفت ذاتی قدیمہ ہے اس کی حیات کی ضد موجود نہیں۔

۱۰۔۱۱ **سمع ،بصر:**۔ اس کی دونوں صفات ذاتی ہیں وہ تمام کائنات کو دیکھ رہا ہے۔ خواہ کتنے پردوں میں ہو اور ہر آواز سن رہا ہے۔ خواہ وہ کہیں سے اٹھ رہی ہو اس پر غفلت طاری نہیں ہوتی نہ نیند آتی ہے۔

۱۲۔ **کلام:**۔ اس کا کلام نفسی ہے لفظی نہیں ۔اس کی کلام میں الفاظ و حروف نہیں نہ آواز ہے انبیاءؑ کے قلوب اس کا کلام سنتے اور سمجھتے ہیں قرآن و حدیث

میں جہاں ذکر قلب ہوتا ہے اور قلب کے احکام کا ذکر ہوتا ہے۔ وہ احکام روح کے ہوتے ہیں اس گوشت پوست کے جسم کے احکام نہیں ہوتے۔ درحقیقت قلب ایک لطیفہء ربانی ہے جو کلام نفسی کو سنتا ہے۔ اسی طرح روح اور ملائکہ کے کلام میں حروف و آواز نہیں کہ یہ مادی کان سن لیں۔ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے جو اس کی صفت ذاتی ہے لہذا قرآن مخلوق نہیں اس کو مخلوق کہنا کفر ہے۔ شیعہ اور معتزلہ کا عقیدہ یہ کہ خدا قرآن مخلوق میں پیدا کرتا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لئے درخت میں آگ پیدا کی پھر وہ چیز بولتی ہے اس لئے خلق قرآن کا مطلب یہ کہ خدا نے قرآن کو دوسروں میں پیدا کیا وہ پڑھتے ہیں۔

عقیدہ نمبرا۔ وہ غافل مختار ہے۔ اس پر کوئی چیز واجب نہیں (شیعہ کا عقیدہ ہے کہ خدا پر عدل واجب ہے) وہ جو چاہے کرے وہ مخلوق سے پوچھ گچھ کر سکتا ہے مگر اس سے کوئی یہ نہیں پوچھ سکتا کہ ایسا کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔

نمبر۲۔ وہ تمام عیوب ہر نقص سے پاک ہے۔

نمبر۳۔ رازق وہی ہے کسی کے حق میں رزق کی فراخی یا تنگی اس کے اختیار میں ہے۔

نمبر۴۔ عزت و ذلت اس کے اختیار میں ہے۔ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے۔

نمبر۵۔ اولاد دینے والا وہی ہے جسے چاہے بیٹے دے جسے چاہے بیٹیاں دے جس چاہے کچھ نہ دے۔

نمبر۶۔ تکبر بڑائی اس کی چادر میں ہے ان میں دخل دینے والا جہنم کا مستحق ہے۔

نمبر۷۔ مخلوق کی تمام صفات سے پاک ہے۔

نمبر۸۔ دعائیں سننے والا قبول کرنے والا وہی ہے

نمبر۹۔ حلیم و کریم ہے۔ گناہ پر جلد سزا نہیں دیتا۔ بلکہ مہلت دیتا ہے

نمبر۱۰۔ قیامت کے روز مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے اس نے پہلے پیدا کی۔

نمبر۱۱۔ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس کے حکم سے ہوتا ہے۔

نمبر۱۲۔ زمین و آسمان مخلوق اس کی ۔رزق اسی کا۔ لہذا عبادت کے لائق صرف وہی، سجدہ صرف اسی کے لئے ہے۔

نمبر۱۳۔ نفع اور نقصان اسی کے اختیار میں ہے۔

نمبر۱۴۔ وہی حاظر و ناظر ہے، پکارنے کے لائق وہی ہے۔ مشکل کشا، حاجت روا وہی ہے۔ وہ نیکی پر راضی اور برائی پر ناراض ہے۔

ذات باری تعالیٰ اعرف المعارف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اسم ذات، اسم اللہ، اسم اعظم ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں اسم اللہ واقع ہوا ہے۔ موصوف ہی واقع ہوا ہے جب کہ اس کے باقی نام صفاتی واقع ہوئے ہیں۔

نوٹ: ۔ ارتکاب گناہ کی وجہ سے ہم کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے۔ البتہ گناہ گار بغیر توبہ کے مر گیا تو پھر بھی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

نمبر۱۵۔ شفاعت کبریٰ صرف ہمارے رسول اکرم ﷺ کا حصہ ہے میدان قیامت میں تمام مخلوق گھبرا کر حضور اکرم ﷺ کے پاس آجائے گی پھر آپ باذن الٰہی سفارش کریں گے پھر باقی انبیاءؑ، ملائکہ، اولیائے کرامؒ، اور صلحائے امت شفاعت کریں گے۔ جس کے حق میں اللہ تعالیٰ انہیں اجازت دے گا۔

﴿عقیدہ رسالت﴾

عقیدہ نمبرا۔ مخلوق کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ مختلف زمانوں اور مختلف خطوں میں انبیاء علیہم السلام مبعوث کرتا رہا۔ یہ سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر ختم ہوا۔

نمبر۲۔ انبیاء کرام کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

نمبر۳۔ جن انبیاءؑ کی ذکر اللہ کی آخری کتاب میں ہوا ان کے اسمائے مبارک یہ ہیں۔

حضرت آدمؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت اسمعیلؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت داودؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت ذوالکفلؑ، حضرت یونسؑ، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔

نمبر۴۔ انبیاء کرام میں بعض کی شان بعض سے بلند ہے۔ سب سے اونچی شان نبی آخرالزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

نمبر۵۔ اللہ کے نبی جشنوں اور شادیانوں کے ساتھ مبعوث نہیں ہوتے بلکہ اکثر بے سروسامانی کے ساتھ مبعوث ہوتے ہیں البتہ ان کے پاس رسالت کی ایک سند ہوتی ہے جسے معجزہ کہاجاتا ہے جس کے مقابلہ سے مخلوق عاجز ہوتی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ نبی بغیر معجزہ نہیں ہوتا نبی ہر حال میں نبی ہے۔

نمبر۶۔ نبی کے معجزہ پر ایمان لانا فرض ہے اور معجزہ خرق عادت ہوتا ہے۔

نمبر۷۔ انبیاء علیم السلام میں پانچ اوصاف لازمی ہوتے ہیں۔

عصمت، صداقت، امانت، فطانت، تبلیغ

عصمت: اس لئے شرط ہے کہ انبیاء علیم السلام حکام الٰہی ماوراء الوراء سے لیتے ہیں جہاں عقل کی بھی رسائی نہیں۔ اگر حصول احکام میں غلطی ہو جائے تو نظام ہدایت ہی مشکوک ہو جائے۔

صداقت: شرط ہے احکام پہنچانے میں اور یہ نبی کے قول و فعل میں ہوتی ہے۔

امانت: احکام لینے اور پہچانے میں نبی امین ہوتا ہے

فطانت: نبی ایسا ذہین ہوتا ہے کہ باطل کے ہر اعتراض کا مسکت جواب دیتا ہے،

تبلیغ: احکام الٰہی کے حصول اور مخلوق تک پہچانے میں عصمت و صداقت، امانت کے علاوہ رشد و ہدایت کی راہ دیکھانے میں نبی کوئی کمی یا غفلت نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نبی نے کوئی حکم کسی مصلحت کے تحت نہیں پہنچایا یا تقیہ کر کے پہنچایا ہے تو ایسا کہنے والا قطعی کافر ہو جاتا ہے۔

نمبر۸۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری رسول ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ آپ پر ہر قسم کی نبوت ختم ہوگئی اگر کوئی نیا شخص حضورؐ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ کافر، مرتد، اور واجب القتل ہے اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔

نکفر من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ای فی زمانہ ۔ کمسلیمۃ الکذب والا سود العنسی اواعی نبوۃ احد بعدہ فانہ خاتم النبین بنص القرآن والحدیث فھذا تکذیب للہ ورسولہ

ہم اس شخص کو کافر سمجھتے ہیں جس نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی حضور ﷺ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد دعویٰ کیا۔ کیونکہ آپ نص قرآن اور حدیث سے آخری نبی ہیں اس لیے یہ دعویٰ اللہ و رسول کی صاف تکذیب ہے۔اور مکذب خدا و رسول کافر ہے۔

نمبر۹۔ خاتم الانبیاء ﷺ کی دعوت عام ہے جنوں اور انسانوں کی طرف بلکہ اکثر علماء کا عقیدہ ہے کہ آپ کی دعوت ملائکہ کی طرف بھی ہے۔

نمبر۱۰۔ حضور ﷺ کی شریعت آخری شریعت ہے اور قرآن کریم آخری کتاب الٰہی ہے۔

نمبر۱۱۔ حضرت عیسیٰؑ نے آسمان سے نازل ہونا ہے جیسا کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے لیکن وہ نئے نبی نہیں ہیں۔ اگر سابقہ تمام انبیاء کرام دنیا میں آ جائیں تب بھی محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی یعنی خاتم الانبیاء ہیں۔

نمبر۱۲۔ جو آسمانی کتابیں اللہ کی طرف سے نازل ہوتی رہیں وہ برحق تھیں ان میں چار مشہور ہیں۔تورات ،زبور، انجیل اور قرآن کریم پہلی تین کتابوں میں جو احکام بیان ہوئے برحق تھے۔اپنے زمانوں کے لئے تھے۔قرآن کریم کے نازل ہونے سے وہ منسوخ ہو گئے۔

نمبر۱۳۔ قرآن کریم میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی یا تحریف نہیں ہوئی۔ اس کا ایک حرف بھی نہیں بدلا گیا اس کی حفاظت کا ذمہ خود اس کے نازل کرنے والے نے لیا۔ جو شخص قرآن کریم میں کسی تغیر وتبدل وتحریف کا قائل ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور قطعی کافر ہے۔

نمبر۱۴۔ قرآن کریم غیر مخلوق کلام الٰہی ہے۔ یہ کلام نفسی ہے لفظی نہیں۔ ہمارا پڑھا لکھا اور قرآنی الفاظ کا بیان کرنا۔ بندوں کے فعل ہیں اور بندوں کے افعال مخلوق وحادث ہیں۔

نمبر۱۵۔ قرآن کریم میں جو اخبار ماضیہ بیان ہوئیں وہ سب کلام الٰہی ہے کلام اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے جو مثل ذات باری کی قدیم ہے۔

نمبر۱۶۔ تمام انبیاء علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ بلکہ قبائح سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔

نمبر۱۷۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبل از نبوت بھی ہر قسم کی برائی سے پاک رہے۔

نمبر۱۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب، محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نصر بن کنانہ بن خذیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن معد بن عدنان تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں کوئی اختلاف نہیں۔

نمبر۱۹۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جسم عنصری کے ساتھ عالم بیداری میں معراج کرایا گیا۔ اس سفر کا وہ حصہ جو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک ہے" اسراء" کہلاتا ہے۔

نمبر۲۰۔ بیت المقدس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام الانبیاءؑ بن کے تمام انبیاءؑ کو نماز پڑھائی۔ پھر وہاں سے چلے تو سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر نوری مخلوق تو رہ

گی مگر بشریت ان بلندیوں تک پہنچی ۔کہ جاننے والا ہی جانتا ہے یا بلانے والا ۔کسی مخلوق کا تصور وہاں نہیں پہنچ سکتا۔

نمبر ۲۱۔وہاں نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا سر کی آنکھوں سے۔حضرت عائشہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا اس میں اختلاف ہے مگر قابل حجت نہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ اس وقت حضور کے گھر میں نہیں آئیں تھیں اور امیر معاویہؓ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔

نمبر ۲۲۔حضرات انبیاء کرام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں بالخصوص حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں جسد اطہر کے ساتھ حیات حسی دنیوی کی طرح۔مگر حیات برزخی ہے۔اس وجہ سے کہ آپ عالم برزخ میں ہیں۔نماز پڑھتے ہیں ۔یہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے اس میں تین فرقوں نے اختلاف کیا۔معتزلہ کرامیہ اور صالحیہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اب حضور ﷺ حکمی رسول ہیں حقیقی نہیں یعنی لا الہ الا اللہ کان محمد رسول اللہ ان فرقوں کی تقلید میں آج کل کے اہلسنت والجماعت ہونے کا دعویٰ کرنے والے یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ انبیاء مرکر مٹی ہوگئے ہیں ان کی تفصیل درکار ہوتو ہماری کتاب حیات انبیاء کا مطالعہ کیجئے۔ان لوگوں کا عقیدہ اجماع امت کے مخالف ہے۔

وقد قال الحافظ فی آخربحثه و مخالف الاجماع داخل فی مفارق الجماعت (اکفارالملحدین ص ۲۴ علامه انور شاه)	جو شخص اجماع امت کا مخالف ہے وہ درحقیقت امت محمدیہ کا فرد نہیں اس امت سے خارج ہے۔

نمبر ۲۳۔انبیاء علیہ السلام کے بعد حضرت آدمؑ سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

اور بعد تک تمام مخلوق سے افضل و اکرم عنداللہ صدیق اکبر ابوبکر صدیقؓ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علی مرتضیٰؓ پھر عشرہ مبشرہ، پھر بدری صحابہؓ، پھر احدی صحابہؓ پھر بیعت رضوان والے سب سے افضل ہیں جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل الخ

اس لئے اصل دین یہ ہے کہ:

رضیت بالله رباوبالاسلام دنیا و بمحمدنبیاو بالقرآن حکما و اماما وبالصحابة اخوة و اعوانا للنبی صلی الله علیه وسلم و بالمسلمین اخوة

میں۔ اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین، محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا نبی و رسولؐ، قرآن کریم کو حکم اور امام، صحابہ کرامؓ کو بھائی اور نبی کریم ﷺ کے مددگار اور مسلمانوں کو بھائی تسلیم کرنے پر راضی ہوا۔

قلت وکذایکفر قاذف عائشةؓ و منکرصحبة ابیهالان ذلک تکذیب القران صراحة قلت والا کثرعلی تکفیر منکر خلاف الشیخین و فی الدرالمنتقی عن الوهانیة وشرحها وصحح تکفیر نکیر خلاف

میں کہتا ہوں حضرت عائشہؓ پر قذف کی تہمت لگانے والا کافر ہے اور صدیق اکبرؓ کی صحابیت کا منکر بھی کافر ہے کیونکہ قاذف عائشہ اور منکر صحبت صدیق قرآن کی تکذیب کرتا ہے میں کہتا ہوں اکثر علماء کا فتویٰ ہے کہ صدیق اکبرؓ کی خلافت کا منکر بھی کافر ہے۔ فتاویٰ در المنتقی میں فتاویٰ وھانیہ اور اس کی شرح سے نقل

ال عتیق وفی الفاروق ذلک الاظھر	کرتا ہوں کہ اس شخص کو کافر کہنا صحیح ہے جو خلافت صدیقی کا منکر ہو۔ اور انکار خلافت فاروقی اس سے بھی واضح ہے۔

نمبر۲۴۔ ہم تمام صحابہ کرامؓ کو واجب تعظیم سمجھتے ہیں اور پوری امت مسلمہ کا ہادی، رہبر، مقتدیٰ، اور مہتدی جانتے ہیں اور صحابہ کرامؓ کو ہم اہلسنت والجماعت معیارحق مانتے ہیں جو شخص ان کو معیار حق تسلیم نہیں کرتا۔ وہ قرآن کریم کو اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کو بھی حق تسلیم نہیں کرسکتا۔ کیونکہ قرآن کریم بلکہ سارا دین صحابہ سے نقل ہوکر ہم تک پہنچا ہے اگر یہ معیار حق نہیں تو جو دین ان سے نقل ہوکر آگے چلا وہ کیسے دین حق تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

ان کے مشاجرات و تنازعات دنیوی معاملات ہیں جس طرح ہمارے ہزاروں تنازعات ہوتے ان کی وجہ سے کسی کو دین و ایمان سے خالی قرار نہیں دیا جاتا۔

نمبر۲۵۔ حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد سب قابل صد تعظیم ہیں اولاد میں سے حضرت فاطمہؓ اور ازواج میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہ کی شان سب سے بلند ہے۔

نمبر۲۶۔ حضرت عیسیٰؑ آسمانوں پر زندہ ہیں قرب قیامت زندہ ہوں گے ۴۵ برس زندہ رہ کر وفات پائیں گے۔ اور حضور اکرم ﷺ کے روضہ اطہر میں دفن ہوں گے یہ عقیدہ متواترات میں سے ہے اور ضروریات دین میں سے ہے۔

نمبر۲۷۔ حضرت امام مہدی علیہ الرحمۃ نے پیدا ہونا ہے زمین کو عدل سے بھرنا ہے۔

نمبر ۲۸۔ آثار قیامت کی ترتیب یہ ہوگی۔

(۱)۔ظہور امام مہدیؓ ،۲۔خروج دجال،۳۔نزول عیسیٰؑ ،۴۔ یاجوج ماجوج کا خروج،۵۔ہدم کعبۃ اللہ،۶۔ظہور دخان،۷۔قرآن کا اٹھا لے جانا،۸۔طلوع شمس از مغرب، سر پر آکر پھر مغرب کو چلا جائے گا اور غروب ہو جائے گا،۹۔خروج دابتہ الارض جو ہر شخص کی پیشانی پر مومن یا کافر داغ دے گا۔

﴿عقیدہ آخرت﴾

ا۔ دنیا دار العمل ہے یہ زندگی ایک مہلت ہے جس میں اچھے یا برے عمل کئے جاتے ہیں ان اعمال کی جزاء سزاء کے لئے ایک دن مقرر ہے جسے روز جزاء کہتے ہیں اس روز ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل کے رہے گا۔

۲۔جو لوگ اس دنیا میں اللہ کا بندہ بن کر زندگی گزارتے رہے وہ انعامات الٰہی کے مستحق ہوں گے ان کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔اللہ کے نافرمانوں کی جگہ جہنم ہو گی۔

۳۔ہم جس طرح جنت دوزخ کے موجود ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح جنت کے انعامات اور دوزخ کے عذاب پر بھی ایمان ہے۔

۴۔ جنت دوزخ کے ثواب فانی نہیں ابدی ہیں مگر حادث ہیں۔

۵۔ وزن اعمال کا عقیدہ برحق ہے جو میدان قیامت میں ہوگا۔

۶۔ پل صراط کا عقیدہ برحق ہے جس پر سے مخلوق کو گزرنا ہوگا۔

۷۔انسان ان ہی قبروں سے اٹھیں گے جن میں دفن کئے گئے تھے۔حشر

حیوانوں کا بھی ہوگا۔ ان کے اعمال کے لئے نہیں بلکہ اپنا عدل و انصاف ظاہر کرنے کے لئے۔

۸۔ سوال و جواب نکیرین من ربک من نبیک و ما دینک برحق ہے یہ اسی طرح قبر میں ہوتے ہیں جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے۔

۹۔ عذاب و ثواب قبر روح اور بدن دونوں کا ہوتا ہے امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے اس اجماع کا منکر امت محمدیہ کا فرد نہیں۔

﴿مخلوق کی مختلف قسمیں﴾

ا۔ ایک مخلوق نوری ہے جو ہماری نظر سے غائب ہے اس کو فرشتہ کہتے ہیں یہ صفت نر و مادہ سے پاک ہے۔ ان کی غذا ذکر الٰہی ہے یہ گناہ سے پاک ہے اللہ کی نافرمانی نہیں کرسکتے۔ ان کے مختلف فرائض مقرر ہیں۔ جن کی ادائیگی میں کبھی غفلت نہیں کرتے۔

۲۔ چار فرشتے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔

جبرائیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، اور عزرائیلؑ۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق آگ سے پیدا کی ہے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ ان کو جن کہتے ہیں۔ ان میں نر و مادہ ہوتے ہیں ان کی اولاد بھی ہوتی ہے۔ ان میں نیک و بد ہر طرح کے ہوتے ہیں۔

۴۔ حضرت آدمؑ کی جتنی اولاد قیامت تک پیدا ہونی ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے سب کو عالم ذر میں صلبوں سے نکال کر پوچھا الست بربکم تو سب نے جواب دیا بلیٰ ' ان ارواح کو عالم ذر سے پھر اپنی اصل جگہ پر لوٹا دیا۔

﴿ضروریات دین﴾

حضرات انبیاء علیم السلام کی بعثت اور کتب آسمانی کے نازل کرنے کا مقصد ایمان کفر میں امتیاز اور ان میں حد فاصل قائم کرنا ہے۔ تا کہ دونوں کا مفہوم غلط ملط نہ ہو جائے۔ اور جو شخص تعلیمات نبوت اور کتب آسمانی کے مطابق عقیدہ رکھتا ہو اس کو کفر میں داخل نہ کیا جائے اور جو اس کے برعکس عقیدہ رکھتا ہے اس کو دائرہ ایمان اور ملت اسلامیہ میں داخل نہ سمجھا جائے۔ کیونکہ مومن پر کافر کا اطلاق کرنا اور کافر کو مومن کہنا دونوں ایک جیسے جرم عظیم ہیں۔

ایمان امن سے ماخوذ ہے جب کسی نے کسی قائل کے قول کو تسلیم کر لیا تو وہ تکذیب و انکار سے مامون و محفوظ ہو گا کفر کے لغوی معنی چھپانا ہے۔ اصطلاح میں حق کو چھپانے (ستر الحق) کا نام کفر ہے۔ ایمان ،قضیہ موجبہ،کلیہ اور کفر، سالبہ جزئیہ ایمان کے تین پہلو ہیں۔ تصدیق قلبی ،زبان سے اقرار،اور براء ۃ من جمیع الادیان۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ دین اسلام کی روح سے وہ کون سے احکام خداوندی ہیں جن کے ماننے کا نام ایمان ہے اور ان کا انکار کفر ہے۔ ان کو ضروریات دین کہتے ہیں ان کے متعلق عقیدہ :۔

ا۔ تمام ضروریات دین کا ماننا ایمان ہے اور ان میں سے بعض کا یا کسی ایک کا انکار کرنا کفر ہے۔

۲۔ ضروریات دین وہ بدیہی ،واضح ،مشہور اور ظاہر باتیں ہیں جن کو ہر ذی علم انسان اور دین دار مسلمان جانتا ہے ان کی تفصیل یہ ہے۔

توحید باری تعالیٰ توحید ذاتی ،توحید صفاتی ، نبوت ،قیامت ،نشر،حشر، حساب و کتاب، وزن اعمال، میزان، پل صراط، جنت ،دوزخ،نعمائے جنت،عذاب دوزخ، کراماً کاتبین،نکیرین کا سوال و جواب،قبر میں عذاب و ثواب،قبر،حوض کوثر۔ ان کے علاوہ حلال و حرام کے سلسلہ میں سود حرام ہے، زنا،قتل،شراب،خنزیر حرام ہے۔

گائے کی قربانی شعار ہے ،مرد کا داڑھی رکھنا ،عورتوں کا پردہ کرنا ،عدل کرنا، ارکان اسلام نماز روزہ حج زکوۃ سب ضروریات دین ہیں ان کا ثبوت متواتر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ امور و احکام جو مامور بہا ہیں یا منہیات سیئات جن کا ثبوت کتاب اللہ سنت متواترہ اور اہل دین کے تعامل مستمرہ جن کو تعامل امت کہا جاتا ہے۔ ضروریات دین ہیں خواہ ان میں کوئی فرض ہے کوئی واجب ہے کوئی سنت ہے کوئی مستحب ہے کوئی مباح ہے۔

ضروریات دین میں داخل ہے ان پر عمل نہ کرنا گناہ ہے ان کا انکار کرنا کفر ہے۔

تنبیہ: یہ جو مشہور ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو شخص بھی قبلہ کی طرف منہ کر لے وہ کفر کے دائرے سے نکل گیا بلکہ اہل قبلہ کی اصطلاح کا مفہوم یہ ہے کہ وہ شخص ضروریات دین پر صدق دل سے یقین رکھتا ہو۔ جو شخص ضروریات دین کا یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہو اس کا قبلہ کی طرف منہ کر لینا اسے کفر سے نکال نہیں سکتا وہ شخص اہل قبلہ ہی نہیں ۔

۳۔ ہم کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے ۔جب تک وہ ضروریات دین میں سے

کسی ایک کا منکر نہ ہو۔

والمرادبالضر ور يات علی ما اشتهرنی الکتب ما علم کونه من دين محمد صلی الله عليه وسلم بالضرورة بان ثواتر عنه واستفاض وعلمته العامة كالوحدانيته والنبوة و ختمها بخاتم الانبياء وانقطاعها بعده وكالبعث والجزاء وجوب الصلوة والزكوٰة دحرمة الخر ونحوها وقال لا يجوز الصلوة خلف منكر الشفاعته والرويت و عذاب القبر والكرام الكاتبين لا نه كالكافرلتواتر هذه الامور من الشارع عليه السلام۔

ضروریات دین سے وہ احکام مراد ہیں جو کتابوں میں مشہور ہو چکے ہیں اور دین محمدی میں ان کا ضروری ہونا معلوم ہو چکا ہے بایں وجہ کے رسول کریم ﷺ سے تواتر سے ثابت ہے جیسا توحید باری تعالیٰ ،نبوت،ختم نبوت کے بعد حضور اکرم ﷺ کے کوئی نبی نہ آئے گا۔قیامت کا آنا ، مردوں کا زندہ ہونا،جزاو سزا کاملنا ،پانچ نمازوں کا فرض ہونا ،زکوۃ کو فرض ہونا،شراب کا حرام ہونا، اس لئے اس شخص کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی جو شفاعت کا منکر ہو۔ یاروایت باری کا ،یاعذاب وثواب قبر کا، یا کراماً کاتبین کا ،یانکرین کا منکر ہو۔ کیونکہ یہ مثل کافر کے ہے یہ تمام احکام مذکورہ تواتر سے رسول کریم ﷺ سے ثابت ہو چکے ہیں۔

خلاصہ:احکام شرعی دو قسم کے ہیں ۔اول وہ جو مدار نجات ہیں جن کے متعلق باز پرس ہو گی۔ دوئم وہ جو مدار ترقی درجات ہیں۔ قسم اول کی پھر تین قسمیں ہیں۔

۱۔تصحیح عقائد۔جس عقیدہ کی تعلیم حضور اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو دی وہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

۲۔عبادات: نماز روزہ حج زکوۃ حرام وحلال وغیرہ۔

۳۔تمسک: سواد اعظم اور ربط، قیامت میں ان تینوں کے متعلق باز پرس ہو گی۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

مااَنابریء من کل مقالة صدرت مخالفة لاية من أيات الله او سنت قائمة من رسول الله صلے الله عليه وسلم اواجماع القرون المشهود لها بالخير و مختاره جمهور المجتهدين و معظم سوادالا عظم من العٰلمين

خوب سن لو! میں ہر اس بات سے بری ہوں جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے کسی آیت کے خلاف ہو یا نبی کریم ﷺ کی سنت کے خلاف ہو یا خیروالقرون کے اجماع کے خلاف ہو یا اس بات کے خلاف ہو جو جمہور مجتہدین نے اختیار کی یا مسلمانوں کے سواد اعظم کے خلاف ہو۔

میں اللہ سے دعا مانگتا ہوں کہ سواد اعظم کے ساتھ ربط اور تمسک کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اسی سے ربط کے ساتھ زندگی بسر ہو اور اسی پر خاتمہ ہو۔

یادرہے کہ سواد اعظم سے تمسک قابل باز پرس ہے۔

ان بني اسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملته و تفترق امتى على ثلاثه و سبعين ملته كلهم في النار الاملته واحدة قالوامن هي يارسول لله ؟ قال ما انا عليه واصحابى و في رواية وهي الجماعة

بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی اور وہ سارے جہنمی ہوں گے سوائے ایک ملت کے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ملت کون سے ہے۔ فرمایا جو اس روش پر چلے جو میری اور میرے صحابہؓ کی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ ایک جماعت ہے۔

قسم دوئم میں نفلیات ذکر اذکار تزکیہ نفس کے لئے ریاضات وغیرہ۔

﴿تصوف وسلوک﴾

عقیدہ: ا۔ قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ نے اور نبی کریم ﷺ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے سارا دین بیان کر دیا ہے۔ اپنی طرف سے دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرنا اور اس سے جزو دین بنانا جس کی اصل خیرالقرون میں نہیں ملتی یہ بدعت ہے اور یہ بہت بری اور ناپسندیدہ چیز ہے۔ ہاں علمائے مجتہدین نے اپنے خدا داد علم قرآن وسنت پر غور خوض کر کے جو فقہی مسائل استنباط کئے وہ اجتہاد ہے ایسے عالم اور فقیہ کو مجتہد کہا جاتا ہے۔

۲۔ مجتہد بہت ہوئے ہیں مگر مشہور چار ہیں جن کے پیرو دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یعنی امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ۔

۳۔ اسی طرح اگر کوئی ولی اللہ اپنے دینی علم یا خداداد روحانی قوت سے روحانی تربیت کا کوئی طریقہ بتائے اور تربیت کرے تو اسے شیخ طریقت کہتے ہیں۔

۴۔ ایسے اولیا اللہ مجتہد فی التصوف بہت ہوئے مگر تصوف میں چار روحانی

سلسلے بہت مشہور اور رائج ہوئے یعنی سلسلہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، اور نقشبندیہ۔

چار فقہی مسلک اور چار روحانی تربیت کے سلسلوں کو ملا کر ظاہری و باطنی اصلاح کا جو نظام بنتا ہے اسے مسلک اہلسنت والجماعت کہتے ہیں۔نبوت کا ظاہری اور عملی پہلوں چاروں فقہی مسلکوں میں اور نبوت کا روحانی اور باطنی پہلو چاروں روحانی سلسلوں نے سنبھال لیا۔

۶۔کوئی ولی اللہ خواہ روحانی تربیت سے کتنے بلند درجے پر پہنچ جائے وہ شریعت کے احکام کا مکلّف ہے۔

۷۔ بڑے سے بڑا ولی اللہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابہؓ کے درجے کو نہیں پا سکتا۔

۸۔ کرامات اولیاء اللہ برحق ہیں۔جب کوئی شخص اتباع سنت کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہے خلاف شرع امور سے بچتا ہے۔نبی کریم ﷺ کا پورا متبع ہے تو یہ رسول اکرم ﷺ کا روحانی بیٹا ہے روحانی میراث اسی کو ملتی اور کرامت جو فرع ہے معجزہ کی دراصل رسول کریم ﷺ کی میراث ہے جو کرامت کی شکل میں خلف الرشید کو منتقل ہوتی ہے۔

۹۔ کسی ولی اللہ کو خواب یا بیداری میں کوئی ایسی چیز معلوم ہو جائے جو عوام کے بس میں نہ ہو۔اور خرق عادت ہو۔تو اس کے معلوم ہونے کا ذریعہ کشف یا الہام ہوتا ہے۔

۱۰۔ ولی اللہ کا کشف یا الہام اگر شریعت کے مطابق ہو تو قبول ورنہ مردود۔

۱۱۔ کشف یا الہام ولی شرعی دلائل سے نہیں ان سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوسکتا یہ مثبت احکام نہیں ہاں مظہر اسرار احکام شرعی ہیں۔

۱۲۔ مکاشفات والہامات، اعمال صالح کا ثمرہ اور پھل ہیں۔ اور یہ مقصود نہیں

مقصود بالذات صرف رضاء الٰہی اور محبت الٰہی ہے۔ یہی تصوف و سلوک کا خلاصہ ہے

۱۳۔ جب تک انسان کے ہوش و حواس اور عقل صحیح ہو وہ شرعی احکام کی پابندی کا مکلّف ہے۔ خلاف شریعت کام کرنے سے وہ فاسق ہوگا یا فاجر۔

صحابہ کرامؓ اور اُمور خرقِ عادت

قاعدہ ہے کہ سورج کے طلوع ہوتے ہی ستارے نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ستارے معدوم ہو جاتے ہیں بلکہ ہر شخص جانتا ہے کہ سورج کی تیز روشنی کے سامنے ان کا نور یوں دب گیا ہے کہ وہ کالعدم تصور ہوتے ہیں اسی طرح اتباع نبوی ﷺ کے ذریعے اولیاء امت میں جو کمالات اور خرق عادات پائے جاتے ہیں صحابہ کرامؓ میں وہ کوئی کم نہ تھے مگر وہ سامنے کیوں نہ آئے اور ان کا تذکرہ کتابوں میں اس کثرت سے کیوں نہیں ملتا؟

اس کی وجہ صاف ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے جو معجزات اور خرق عادات ظاہر ہوتے تھے اس کی حیثیت یہ تھی کہ آفتاب نصف النہار پر ہے۔ لہٰذا صحابہ اکرمؓ کے کمالات جو نور نبوت سے ہی مقتبس تھے ان کی حیثیت ستاروں کی مانند تھی اس لئے آفتاب کی روشنی میں وہ معدوم نہیں ہوئے ہاں کالعدم سمجھے گئے ۔ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کی اس حیثیت کی نشاندہی بھی فرمادی کہ اصحابی کالنجوم ان سے جہاں رات کی تاریکی میں ہدایت اور راہنمائی

حاصل کی جاسکتی ہے وہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ آفتاب نبوت کی موجودگی میں ان کے کمالات اس طرح کھل کر سامنے نہیں آئیں گے جیسے اس آفتاب کے اس دنیا کے اوجھل ہونے کے بعد ظاہر ہوں گے۔ پھر جیسا کہ عام مشاہدہ ہے کہ سورج غروب ہوتے ہی گھپ اندھیرا نہیں چھا جاتا اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد شعاع شمس رسالت کلی مشکک کے طور پر موجود تھی۔ اس طرح زمانہ خیر القرون میں مدہم سی روشنی تو لازماً باقی رہی۔

دوسری بات یہ ہے کہ خوارق کے ظہور کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب مسلمانوں پر یقین و ایمان کی کمزوری پائی جانے لگی اور صحابہ اکرام؆ کے ایمان و یقین کو تو خود اللہ تعالیٰ نے معیاری قرار دیا بلکہ بعد والوں کے لئے ایمان کی کسوٹی ہی صحابہ کا ایمان مقرر فرمایا۔ اس لئے صحابہ؆ کے عہد میں خوارق کے ظہور کے چنداں ضرورت نہیں تھی۔

تیسری بات خرق عادات کا ظہور حضور اکرم ﷺ سے تو ثابت ہے جس کا اصطلاحی نام معجزہ ہے۔اور اس پر امت کا اتفاق ہے۔ کہ نبی کا معجزہ امت کو منتقل ہوتا ہے اس وقت اس کا اصطلاحی نام معجزہ کی جگہ کرامت ہوتا ہے۔ ہاں جو نبی کے معجزہ کا ہی منکر ہو اس کو کرامت سے کیا غرض۔ ملا علی القاری نے شرح فقہ اکبر میں معتزلہ کو جواب دیتے ہوئے درست فرمایا کہ معتزلہ چونکہ اس نعمت سے محروم ہیں اس لیے کرامت کے منکر ہیں۔ واقعی محرومی بسا اوقات انکار کا سبب بن جاتی ہے۔ اس انکار پر اگر غور کیا جائے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ پوری امت محمدیہ دین سے بے بہرہ ہے ان میں کوئی ایک بھی کامل صالح اور دین دار نہیں جو نبی کریم ﷺ کی اس میراث کا اہل ہوتا۔

اس احساس محرومی کے نتیجے کے طور پر کسی کمال کے انکار کر دینے کی ایک

تازہ مثال ملاحظہ ہو۔

ہم نے اپنی کتاب دلائل السلوک میں لکھا کہ "جو شخص دربار نبوی ﷺ میں رسائی نہیں رکھتا اور بیعت لیتا ہے وہ دھوکہ باز ہے ماخوذ ہوگا۔"

پوری بات کو سمجھنے کی کوشش کئے بغیر یار لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ اصول غلط ہے کیونکہ ہمارے اکابر اس کی زد میں آتے ہیں۔ حالانکہ بات بڑی صاف اور سادہ ہے کہ دربار نبوی ﷺ تک رسائی۔ تصوف وسلوک کے مقامات میں سے ایک مقام ہے اور ایسا مقام ہے جہاں سے سلوک کے اعلیٰ مقامات کے لئے فیض ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شیخ اس مقام تک رسائی نہیں رکھتا پھر بھی سلوک طے کرانے کی بیعت لیتا ہے۔ وہ دھوکہ باز نہیں تو اسے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ جو حضرات اس مقام تک رسائی نہیں رکھتے وہ بیعت کیوں لیتے ہیں۔ ان دانشوروں سے کوئی پوچھے کہ کیا بیعت کی صرف یہی ایک قسم ہے جیسے بیعت طریقت یا بیعت سلوک کہتے ہیں۔ یا کوئی اور بھی ہے۔ اگر ان حضرات نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا رسالہ بیعت ہی پڑھ لیا ہوتا تو یہ اشکال دور ہو جاتی۔ مگر اتنی زحمت کون اٹھائے۔ اجمالی طور پر یوں سمجھئے کہ شیخ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک جو ظاہری بیعت لیتا ہے۔ احکام شریعت کی بجا آوری کا عہد لینا۔ نواہی سے روکنا اس کو بیعت ارشاد کہتے ہیں۔ اکثر اکابر علماء یہی بیعت ارشاد لیتے ہیں اور وہ اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جب وہ بیعت سلوک لیتے ہی نہیں تو زد میں کیسے آگئے۔ زد میں تو وہ آئے گا جس کے اپنے لطائف بھی راسخ نہ ہوں۔ اور لوگوں کو حقیقت کعبہ اور مقام رضا تک سلوک طے کرانے کی بیعت لینا شروع کر دے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ اس حقیقت کو وضاحت کرتے ہوئے کہتے

ہیں۔

تفسیر مظہری ۱۰۔۶۳

ومن ھھناقالت الصوفية ان فناء القلب الذى يحصل للمنصوفى بالجذب من الله تعالىٰ بتوسط النبى ﷺ اولمشائيخ لوارادواحدان يحصل له بالعبادات والرياضات من غير جذب من الشيخ فانمايحصل له فى زمان كان مقداره خمسين الف سنته واذالم يتصوربقاء احد بل بقاء الدنياالى هذه المدة ظهران الوصول الى الله تعالىٰ من غير جذب منه تعالىٰ بتوسط احد من المشائخ كماهو المعتاد و بلاتوسط روح رجل كمايكون لبعض الاويسين من الافراد۔	اسی بنا پر صوفیائے کرام نے کہا ہے کہ فناء قلب جو صوفی کو حاصل ہوتی ہے اس کے قلب کا جاذب اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور یہ جذب نبی کریم علیہ وسلم ﷺ کے واسطہ سے یا شیخ کے واسطہ سے ہوتا ہے ۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ یہ جذب عبادات اور ریاضات سے حاصل ہو جائے بغیر توسط شیخ سے تو اس کے لئے پچاس ہزار سال کی مدت درکار ہوگی۔ تو اتنی عمر نہ کسی ایک شخص کی ہوسکتی ہے نہ اہل دنیا کی تو ظاہر ہوا کہ یہ جذب ووصول الی اللہ نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے ہو جس کا ذریعہ شیخ ہی ہوسکتا۔ یا یہ جذب روح سے اخذ فیض کے ذریعہ ہوگا جیسا کی سلسلہ اویسیہ والوں کو ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ سلوک کی اعلیٰ منازل جذب کے بغیر طے نہیں ہوتی۔ اور اس کے لئے واحد واسطہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ سے رابطہ قائم

کرنے کے لئے شیخ کامل کی ضرورت ہے جو سالک کو دربار نبوی ﷺ تک پہنچا سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو شیخ دربار نبوی تک رسائی نہیں رکھتا اور مقامات سلوک طے کرانے کے لئے بیعت لیتا ہے اسے دھوکہ باز نہ کہا جائے۔ تو اس کے لئے اور کون سی اصطلاح وضع کی جاسکتی ہے۔ ہاں اگر صرف بیعت ارشاد ہی لیتا ہے تو اس کے لئے لفظ کا استعمال ہی بے محل ہے۔ اور اس کا اس کی زد میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے نقش حیات صفحہ نمبر ۹۱ پر ایک عنوان قائم کیا ہے بیعت حضوری بارگاہ حضرت گنگوہی قدس سرہ استفادہ طریقت و روحانیت میں فرماتے ہیں۔ "نانی صاحبہ نے اپنے ماموں صاحب سے میکے میں ہی سلوک طے کیا تھا اور صاحب کشف و نسبت تھیں اور ان کے ماموں بہت بڑے صاحب نسبت تھے۔ والد صاحب مرحوم کو انہوں نے ہدایت کی تھی کہ تمہارے گھرانے مرید کرنے کا طریقہ جاری ہے مگر یہ غلط ہے۔ جب تک کسی کامل سے بیعت ہو کر منازل سلوک طے نہ کر لیے جائیں مرید کرنا جائز نہیں۔ قیامت میں سخت وبال ہو گا۔

لیجئے حضرت مدنیؒ نے دھوکہ بازی کے بعد قیامت کے وبال سے بھی ڈرایا ہے مگر کیا قیامت ہے کہ حضرت مدنیؒ کا نام بیچنے والے جب ہماری کتاب دلائل سلوک میں اس حقیقت کا اظہار دیکھتے ہیں تو دانہ اسپند بن جاتے ہیں اور منازل سلوک تو دور کی بات ہے جن کے پانچ لطائف نہیں وہ بھی شیخ طریقت بنے بیٹھے ہیں اور بیعت طریقت لئے چلے جا رہے ہیں ممکن ہے قیامت کے وبال کا کوئی توڑ ڈھونڈ نکالا ہو گا۔

ہمارے اکابر اکثر بیعت ارشاد لیتے تھے۔ اور جو بیعت طریقت لیتے تھے ان

پر ہمارے بیان کا اطلاق کرنا درحقیقت ان لوگوں کی وکالت کرنا ہے جو واقع دھوکہ باز ہیں۔ ہمارے اکابر جو بیعت سلوک لیتے تھے وہ واقعی اس کے اہل تھے میری کہاں جرات ہے۔اور مجھے کب یہ زیب دیتا کہ میں ان کاملین کے متعلق ایسے الفاظ کہوں۔

علامہ ابن عابدین نے اولیائے اللہ کے خرق عادات کے ظہور کے سلسلہ میں ایک بیان دیا ہے جس کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے۔

رسائل شامی ۲:۲۹۴

وانما العجب من بعض فقهاء حيث قال فيها روى عن ابراهيم ابن ادهم انهم راء وه بالبصرة يوم الترية وفى ذلك اليوم بمكة ان من اعقد جواز ذلك يكفروالا نصاف ماذكره الامام النسفى حين عما ى حكى ان الكعبة تزور واحدا من الاولياء هل يجوزالقول به فقال نقض لعادة به على سبيل الكرامة لاهل الولاية جائز	اور بعض فقہاء پر تعجب ہوتا ہے کہ جب ان سے بیان کیا گیا کہ لوگوں نے نویں ذی الحج کو ابراہیم بن ادھم کو بصرہ میں دیکھا اور اسی روز مکہ مکرمہ میں بھی دیکھا تو فقہاء نے کہا جو یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہوگا۔حالانکہ انصاف کی بات یہ ہے جو امام نسفی نے بیان کی ہے کہ جب امام سے کہا گیا کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ کعبۃ اللہ،اولیاء اللہ کی زیارت کو چلا جاتا ہے تو امام نے جواب دیا کہ خرق عادت اور کرامت کے طور پر یہ جائز ہے اور علامہ ابن شحنہ نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ امام

عند اهل السنة قالا علامه ابن الشخنة قلت النسقی الجن رئیس الاولیاء فی عصره۔ و قد نقل هذاعنه الامام ابن العلاء فی فتاواه و نقل فیها عن القاضی الامام صدر الاسلام ابی السیر البذوری فی اصول التوحید ان المشیا من البخاری الی مکۃجی لیلة واحدة من جملته الکرامات الی ان قال ثم ذکرحکایات عن الاولیاء من احیاء الموتیٰ وکلامهم معهم وانفلاق البحرو تسخیرالماء و کلام الجمادات والحیوانات لهم وطاعات الاشیاء لهم حتی الجن و غیرذالک مما اشتهر و تواتر کما ذکر فی الرسالة القشیریه

نسفی نجم الدین عمر انسانوں اور جنوں کا مفتی ہے اور اپنے زمانے کا رئیس اولیاء اور اس قول کو امام ابن العلاء نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے اور قاضی امام صدرالسلام ابی السیر البذوری نے اصول توحید میں نقل کیا ہے کہ بخارہ سے مکہ مکرمہ تک ایک دن میں جانا کرامات میں سے ہے پھر اولیاء اللہ کی کرامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مردوں کا زندہ کرنا پھر ان سے کلام کرنا، دریا کا پھٹ جانا پانی کا مسخر ہو جانا۔ پتھروں کا اولیاء اللہ سے کلام کرنا حیوانوں کا کلام کرنا، اور بہت سی اشیاء کا اولیاء اللہ کی اطاعت کرنا حتیٰ کہ جنات کا اطاعت کرنا وغیرہ مشہور اور تواتر سے نقل ہو کر آیا ہے جیسا کہ رسائلہ قشیریہ میں مذکور ہے۔

خرق عادت اور کرامات نبی کریم ﷺ کے توسط سے امت کو منتقل ہوتی ہے صحابہ کرامؓ اور اولیاء امت کو نبی کریم ﷺ کے توسط سے یہ شرف حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً صحابہ کرامؓ کے متعلق علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

ا۔ تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۴۰

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مسجد میں نماز پڑھی پھر وہیں بیٹھ گیا اور تسبیح وتہلیل شروع کر دی میں نے محسوس کیا کہ میری پشت کی طرف سے حمد وتسبیح کی آواز سنائی دے رہی ہے اس معمہ کا حل معلوم کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا۔

فاتی رسول الله ﷺ فقص عليه فقال ذلك جبرئيل عليه السلام والاخبار طافحة بروية صحابة رضوان الله للملك وسماعهم كلامه وكفى دليلا لما تحق فيه قوله سبحانه الله تعالىٰ ان الذين قالو ربناالله ثم الستقاموا تتنزل عليهم الملائكة ان لا تخافواو لا تحزنوا والبشرو ابالجنة التى كنتم توعدون فان فيها نزول الملك

حضرت ابی بن کعبؓ حضور ﷺ کے پاس آئے یہ واقع بیان کیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل تھے ۔اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا فرشتوں کو دیکھنا ،فرشتہ کی کلام سننا،تو ایک مسلمہ حقیقت ہے اور ایسے امور کی دلیل کے لئے خود قرآن کریم ہی کافی ہے ارشاد باری ہے کہ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں ڈرو مت اور غم مت کرو۔ اور جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس سے

علی غیر الانبیاء فی الدنیا ویتکلم ایاہ ولم یقل احد من الناس ان ذلک لیستدعی النبوۃ و کون ذلک لان النذول والتکلیم قبیل الموت غیرمفید کمالیخفی وقد ذھب صوفیۃ الی تخوما ذکرناہ قال حجۃ الاسلام الغزالی فی
کتابہ المتقذ من الضلال اثناء ارکلام علی مدح اولئک السادۃ ثم انھم وھم یشاھدون فی الیقظۃ الملائکۃ وارواح الانبیاء علیکھم الصلوۃ والسلام ویسمعون منھم اصواتھم و یقبضون منھم الفوائد

خوش ہو جاؤ۔ اس آیت سے غیر نبی پر فرشتہ کا نزول اور اس سے کلام کرنا ثابت ہے۔ کسی ایک مفسر نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس ایت سے نبوت ثابت ہوتی ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کا نزول اور کلام سے مراد موت سے پہلے ہو تو یہ غیر مفید ہے جیسا کہ صاحب عقل سے مخفی نہیں اور جو کچھ نے میں کہا ہے اس کی طرف صوفیائے کرام بھی گئے ہیں۔ ان کا بھی یہی مذہب ہے حجتہ الاسلام امام غزالی نے اپنی کتاب المنتقذ من الضلال میں صوفیہ کی مدح و ثناء کے دوران فرمایا کہ صوفیاء کرام فرشتوں کو بیداری میں دیکھتے ہیں انبیاء کرام علیہ السلام کے ارواح کو بھی دیکھتے ہیں۔
اور ان ارواح اور ملائکہ کا کلام بیداری میں سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے متعلق ایسے خرق عادت امور احادیث میں کافی تعداد میں ملتے ہیں اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جو کرامات اولیاء اللہ کی طرف منسوب ہوتی ہیں

وہ صحابہ کرامؓ میں کیوں نہیں ملتیں۔

اولیائے اُمت اور خرق عادت اُمور

ا۔ روح المعانی ۲۲:۳۵

قال الشیخ عبدالقادر الکیلانی قدس الله سره رایت رسول الله ﷺ قبل الظہر فقال لی یانبی لم لا تتکلم قلت یا ابتاه فا رجل اعجمی کیف رتکلم علی فصحاء بغداد فقال افتح فاك ففتحته فتفل فیه سبعا فقال تکلم علی الناس وادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة فصلیت الظهر وجلست وحضرلی خلق کثیرفارتج علی فدایت علیکم کرم الله وجهه

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز نبی کریم ﷺ کو نماز ظہر سے پہلے دیکھا حضور ﷺ نے فرمایا بیٹا! تم تبلیغ کیوں نہیں کرتے میں نے عرض کیا ابا جان! میں عجمی آدمی ہوں بغداد کے فصیح لوگوں کے سامنے کیسے تقریر کروں تو حضور ﷺ نے فرمایا منہ کھول۔ میں نے منہ کھولا حضور ﷺ نے سات مرتبہ اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور فرمایا لوگوں کے سامنے بیان کر اور حکمت موعظہ حسنہ سے لوگوں کو اپنے رب کی طرف دعوت دے۔ میں نے نماز ظہر پڑھی اور بیٹھ گیا بہت سے لوگ میرے گرد جمع ہوگئے

قائما باذائی فی المجلس وقال لی یانبی لم لاتتکلم قلت اتباہ قدارتج علی فقال افتح فاك ففتحته فتفل فیه ستافقلت لم لا تکملها سبعا قال ادباء مع رسول الله ﷺ ثم تواری غنی	مجھ پر ہیبت سی طاری ہو گئی میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ میرے سامنے کھڑے ہو گئے آپ فرماتے ہیں بیٹا! تقریر کر میں نے عرض کیا ابا جان! مجھ پر رعب طاری ہو گیا ہے فرمایا منہ کھول میں نے منہ کھولا آپ نے چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا میں نے عرض کیا کیا سات بار کیوں نہیں؟ تو فرمایا! حضور ﷺ کے ادب کی وجہ سے پھر وہ غائب ہو گئے۔

۲۔ روح المعانی ۲۲:۳۶

قال رجل للشیخ ابی العباس یا سیدی صافحنی بلفک هذه فانک لقیت رجالا وبلادا فقال والله ماصافحت بکفی هذه الارسول الله ﷺ قال وقال الشیخ لو حجب عنی رسول الله صلی الله علیه وسلم طرفة عین ما عددت نفسی	ایک شخص نے شیخ ابو العباس المرسی سے عرض کی کہ حضور آپ اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کریں کیونکہ آپ نے کئی اہل اللہ کی ملاقات کی ہے اور بڑے شہر پھرے ہیں۔ فرمایا میں نے اس ہاتھ سے کبھی کسی سے مصافحہ نہیں کیا جس سے میں نے رسول کریم ﷺ سے مصافحہ کیا پھر شیخ نے فرمایا کہ اگر نبی اکرم ﷺ ایک لمحہ کے لئے بھی میرے سامنے سے

من المسلیمن و مثل هذه النقول کثیر من کتب القوم

اوجھل ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہ کروں گا۔ اس قسم کے واقعات صوفیائے کرام کی کتابوں میں بکثرت ملتے ہیں۔

تفسیر روح المعانی ،قرآن کریم کی شہرہ آفاق تفسیر ہے اور علامہ محمود آلوسی متاخرین میں بہت بڑے محقق ہیں ۔صوفیائے کرام کے کلام بالا رواح اور روایت انبیاء ﷺ کے واقعات بیان کرنے کے بعد ایک نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

روح المعانی ۲۲:۳۷

فحصل من مجموع هذا الكلام والنقول والاحادیث ان النبی صلے الله علیه وسلم حی بجسده وروحه الی ان قال فاذا اراد الله تعالی رفع الحجاب عمن ارادا کرامه برویته راه علی هیئته الی هو علیه الصلوٰة والسلام لا مانع من ذالک ولا داعی التخصیص برویة للثال الی ان قال هذا فی سائر الانبیاء علیهم السلام احیاء

اس ساری بحث اور احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں۔جب اللہ تعالیٰ کسی کو شرف بخشتے ہوئے اس کے لئے حجابات اٹھانے کا ارادہ اکرتے ہیں تو اس کو حضور ﷺ کی زیارت اسی شکل میں کرا دیتے ہیں جس پر آپ تھے ایسا ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں اور یہ کہنا بھی بلادلیل ہے کہ جسم مثالی کی زیارت ہوتی ہے۔ اس طرح تمام انبیاء زندہ ہیں۔

اس دور کی یہ کوئی خصوصیت نہیں کہ سطح بیں حضرات کو پہلے بھی یہ شکایت رہی کہ صحابہ کرامؓ کو یہ روایت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کلام بالا روح اور کشف قبور وغیرہ خرق عادت امور بطور کرامت حاصل نہ تھے بعد والوں پر یہ عنایت کیونکر ہوگئی۔ علامہ آلوسی اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ا۔ تفسیر روح المعانی ۲۲: ۳۹

وبالجملة عدم ظهوره لاولئك الكرام وظهوره لمن بعد هم مما يحتاج الى توجيه يقنع به ذوالافهام ولا يحسن منى ان اقوال كل مايحكى من الصوفيه من ذلك كذب لا اصل له لكثيرة حاكيه وجلالة مدعيه وكذالايحسن منى ان اقول انهم راووالنبى ﷺ مناماًوظنواذلك لخفتر النوم وقلة وقفه يفطة فقالوا رايناه يقظة لما فيه من البعد ولعل فى كلامهم مايا باه وغايته ماقول ان تلك	حاصل کلام یہ کشف قبور یا کلام بالا رواح وغیرہ امور صحابہ کرام پر کیوں نہ ظاہر ہوئے اور بعد والوں پر کیوں ظاہر ہوئے یہ سوال اس قبیل سے ہے کہ ایسی توجیہ کی جائے جو ارباب دانش کو کفایت کرے اور میرے لئے یہ مناسب نہیں کہ میں یہ کہوں کہ جو کچھ صوفیہ بیان کرتے آئے ہیں وہ غلط ہے۔ اور اس کی اصل کوئی نہیں کیونکہ یہ واقعات بیان کرنے والی ایک بڑی جماعت ہے جس کا ہر فرد ایک جلیل القدر ہستی ہے اور میں یہ کہنا بھی اچھا نہیں سمجھتا کہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت خواب میں زیارت ہوئی اور انہوں نے اس کو بیداری

الدوية من خوارق العادة كسائرالكرامات الاولياء الله ومعجزات النبياء عليهم السلام وكانت الخوارق فی صدر الاول لقرب العهدیشمس الرسالة قليلة جداو انی یرالنجم تحت اشعاع اويظهر كوكب وقد انتشر ضوء الشمس فی البقاع ويمكن ان يكون قد و تع ذلك لبعضهم على سبيل الندرة ولم تقتص للمصلحة افشاه ويمكن ان يقال لم يقع لحكمة الابتلاء اولخوف الفتنة او لان فی القوم من هو كالمراة له صلی علیه وسلم

کا معاملہ سمجھ لیا کیوں کہ یہ ان کی شان سے بہت بعید ہے اور شاید صوفیہ کا کلام ایسا ہو جو اس تاویل کی تردید کر دے۔ اس سلسلہ میں یہی کہ سکتا ہوں کہ زیارت نبوی ﷺ اور ملائکہ اور ان سے ہم کلام ہونا وغیرہ امور خرق عادت سے ہیں جیسا اولیاء اللہ کی دیگر کرامات اور انبیاءؑ کے معجزے خرق عادت ہوتے ہیں صدر اول میں صحابہؓ نے ان امور کے باکثرت طور نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آفتاب رسالت کا زمانہ قریب تھا اور شعاع شمس کے سامنے ستارے کی روشنی کیا ظاہر ہو سکتی ہے۔ کبھی دن کے وقت ستارے کسی کو نظر آتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ صحابہؓ سے ایسے امور کا ظہور ہوا ہو مگر قلیل مقدار میں اور انہوں نے دوسروں سے بیان نہ کیا ہو یا کسی حکمت اور مصلحت کی بناء پر بیان نہ کیا مثلاً کسی فتنہ کے اٹھنے کا خوف ہو اور اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ صحابہ کرام کی حیثیت نبی کریم ﷺ کے سامنے آئینے کی ہو۔

﴿روح سے اخذ فیض﴾

روح سے اخذ فیض ایک ایسی حقیقت ہے جس کا علمی طور پر اعتراف اور اظہار کرتے ہوئے صاحبِ تفسیر مظہری نے فرمایا جس کا حوالہ ابھی گذر چکا ہے ۔اس حقیقت کا عملی اظہار امام اللہ شاہ ولی اللہؒ نے ان الفاظ میں فرمایا۔

تفسیر الفوز الکبیر باب رابع ص ۴۳

والقى فى الخاطرمن بهو الفيض الالهى فنان او من ثلاثة من فنون التفسير غيرالفنون المذكورة وان سالتنى عن الصدق فانى تلميذ القرآن العظيم بلاواسطة كمانى اويسى لروح حضرة الرسالة صلى الله عليه وسلم الذى هو منبع لفتوح	اور دریائے فیض الٰہی سے دو یا تین فنون تفسیر قرآن سے میرے دل میں ڈالے گئے جو ان مذکورہ فنون کے علاوہ ہیں اگر آپ مجھ سے صحیح اور سچی بات پوچھیں تو میں کہوں گا کہ قرآن کریم کی تعلیم کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا بلاشبہ شاگرد ہوں جیسا کہ حضور ﷺ سے روحانی اخذ فیض کے سلسلہ میں اویسی ہوں کیوں کہ منبع فیوض حضور اکرم ﷺ کی ذات ہی ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کے اس ارشاد سے کئی امور ثابت ہوئے۔

ا۔ روح کا مرکز قبر ہے تعلق علیین سے ہوتا ہے۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات ثابت ہے

۳۔ دنیا میں انسان کو جو علوم حاصل ہوتے ہیں برزخ میں موجود ہوتے ہیں

۴۔ روح سے اخذ فیض کیا جا سکتا ہے۔ روح سے فیض لینے والے کو اویسی کہتے ہیں۔

۵۔ حضور ﷺ سے روحانی بیعت ہوتی ہے۔ جیسا کہ شاہ صاحب نے حضور اکرم ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی جس کی تفصیل ہم نے ''دلائل سلوک'' میں دے دی ہے۔

ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ہم نے اپنی کتاب دلائل سلوک میں ان امور پر تفصیلی بحث کی تو چند ایک مفتی صاحبان نے عجیب عجیب گوہر فشانی فرمائی ایک مفتی صاحب نے فرمایا کہ'' ان صاحب کو چونکہ کسی سلسلہ میں اجازت نہیں اس لئے انہوں نے یہ نیا نظریہ ایجاد کیا جو غلط اور گمراہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ:۔

ا۔ یہ نیا نظریہ ہے؟

۲۔ کیا یہ اپنی ایجاد ہے؟

اگر نہیں تو مفتی صاحب کے نزدیک شاہ ولی اللہ غلط بھی ہوئے اور گمراہ کن بھی

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

ایک اور مفتی صاحب لکھتے ہیں'' یہ مدعی خدا رسیدہ نہیں ورنہ یہ فنا اور ترک

دعویٰ سے آراستہ ہوتا‘‘

ان حضرات سے کوئی پوچھے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے متعلق آپ کا فتویٰ کیا ہے؟ وہ خدا رسیدہ تو نہیں ہو سکتے کیونکہ فنا اور ترک دعویٰ سے آراستہ نہیں۔ البتہ یہ مفتی صاحب اس دعویٰ کے باوجود خدا رسیدہ ہیں کیونکہ مفتی جو ہوئے۔ خیر گزری کہ ان مفتی صاحب نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب الفتح الربانی نہیں پڑھی ورنہ وہ حتمی طور پر فتویٰ دے دیتے کہ جس شخص کو تم غوث اعظم کہتے ہو وہ مطلق خدا رسیدہ نہیں۔

مثلاً حضرت شیخ الفتح الربانی میں فرماتے ہیں:

’’میری بات سنو میرا کہنا مانو کہ میرے سوا سطح زمین پر کوئی نہیں جو تمام لوگوں سے ایک حالت پر کلام کرے ۔۔۔۔۔۔ میری طرف آؤ کہ میں کسوٹی ہوں میں بھٹی ہوں میں ٹکسال ہوں‘‘

پھر فرماتے ہیں:

میں باشندگان زمین کی کسوٹی ہوں۔ پس سمجھ دار بنو اور ظاہری ٹیپ ٹاپ مجھے مت دکھاؤ میں حق تعالیٰ کی توفیق اور اہلیت عطا کر دینے کی بدولت تمہارے کھوٹے کھرے کو خوب پہچانتا ہوں۔‘‘

پھر فرماتے ہیں:

اے مولویو! اے فقیہو! اے زاہدو! اے عابدو! تم میں کوئی ایسا نہیں جو توبہ کا حاجتمند نہ ہو میرے پاس تمہاری موت اور تمہاری حیات کی خبریں ہیں جب تمہارے امور کی ابتدا مجھ پر مشتبہ ہو جاتی ہے تو انجام کار تمہاری موت کے وقت کو انکشاف ہو جاتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:۔

مجھ کو اپنا آئینہ بنا۔ مجھ کو اپنے قلب اور باطن کا آئینہ بنا اپنے اعمال کا آئینہ بنا۔ میرے قریب آ اگر تجھ کو دین سنبھالنے کی ضرورت ہے تو میرے پاس آنا ضروری سمجھ"

دعووں کی یہ بھر مار دیکھ کر مفتی صاحب بھلا کیسے چپ رہ سکتے تھے اگر پہلے نہیں تو اب مفتی صاحب بر ملا فتویٰ دے دیں گے۔ کہ غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ خدارسیدہ نہیں ورنہ فنا اور ترک دعویٰ سے آراستہ ہوتا۔ مگر یہ علم ہی کا کرشمہ ہے کہ ایک مفتی دعویٰ اور دعوت میں تمیز کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھے۔ مگر آدمی کو جب آخرت کی جواب دہی پر یقین ہو تو اس سے بھی بڑی جرات کر سکتا ہے۔

مفتی صاحب کے ذہن سے اگر تحدیث نعمت کی ترکیب کے مفہوم کا ذہول نہ ہو گیا ہوتا تو شاید یہ جرات نہ کرتے۔

شاہ ولی اللہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی تو خدا رسیدہ سہی مگر انا سید ولد آدم کو مفتی صاحب دعویٰ کے بغیر اور کیا نام دیں گے؟ اگر یہ دعویٰ ہے تو مفتی صاحب کے فتویٰ کی زد سے کون بچ سکتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے مزلت الاقدام سے محفوظ رکھے۔

اسی طرح جب دلائل السلوک میں تحدیث نعمت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے انعام کا ذکر کیا جو دعوت الی الحق کی ایک صورت تھی تو ایک استاذ الاساتذہ یعنی حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحب پکار اٹھے کہ "ان کے دعاوی سے ڈر لگتا ہے" میں نے انہیں لکھا کہ یہ دعویٰ نہیں دعوت ہے۔ آپ کو جو موہوم خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے پچاس برس ہو گئے رب العالمین نے اس عاجز کو استقامت علی کتاب وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسبیل مسلمین سابقین سلف صالحین

بخشی ہے آئندہ کیلئے بھی اسی پر بھروسہ ہے اور توفیق کا طالب ہوں مگر اس موہوم خطرہ کے مقابلے میں اپنے بالفعل مسلک اہل السنّت والجماعت کی گردن پر جو کند چھری چلائی ہے اس کی بھی کوئی فکر ہے؟ اپنے اپنی مایہ نازتصنیف ''تاریخ قرآن اور علوم قرآن'' میں جو یہ فتویٰ دیا ہے کہ ''شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں'' آپ کا یہ احسان اہل سنت والجماعت قیامت تک نہیں بھلا سکتے مگر آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے جبکہ شیعہ کے نزدیک تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنا ان کی ضروریات دین میں سے ہے میں نے تحریف کے سلسلے میں شیعہ کا پورا مذہب لکھ کر درخواست کی کہ آپ اس قول سے رجوع شائع کریں۔مگر آج تک حضرت کو اس کی توفیق نہ ہوئی اور اسی غلط بیانی پر اڑے ہوئے ہیں بلکہ جمے ہوئے ہیں آج یہ بات میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ کل کوئی شیعہ مناظر یہ نہ کہہ سکے کی کسی سنی عالم نے مولانا افغانی کے عقیدہ کی تردید نہیں کی۔

عجیب بات ہے کہ ایک طرف دینی حس کی بیداری کا یہ عالم کہ ایک متوہوم خطرے کے غم میں گھلے جارہے ہیں دوسری طرف دینی جمود کا یہ حال کہ کفر کو اسلام کا نام دینے پر اصرار ہے۔

جو چاہے آپ کا علم کرشمہ ساز کرے۔

۲۔امام غزالیؒ لکھتے ہیں:۔المنقذ من الضلال ص ۵۰

ومن اول الطریقة تبتدء المشاهدات والمکاشفات حتی انهم فی یقظهم یشاهدون الملائکه	طریقہ صوفیہ میں اول ہی مشاہدات اور مکاشفات شروع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ بیداری میں صوفیہ کرام ملائکہ کو

وارواح الانمیاء و یسمعون منهم اموانا ویقتبسون منهم الفوائد	اور انبیاءؑ کے ارواح کو دیکھتے ہیں اور ان کی کلام سنتے ہیں اور ان سے اخذ فیض کرتے ہیں۔

۳۔ ترجمان حنفیت علامہ علی القاری لکھتے ہیں۔

جمع الوسائل فی شرح الشمائل ۲:۲۳۷

عن ابی جمرة المارزی والیافعی وغیرهم وجماعات من الصالحین انهم رائو النبی ﷺ یقظة الی ان قال کان الامام عبدالقادر الجیلانی کما ہو فی عوارف المعارف والامام ابوالحسن الشاذلی کمادکاه التاج ابن عطاء الله و کماحبه الامام ابی لعباس المرسی والامام علی الوفاء والقطب القسطلانی والسید نورالدین الایجی وبرای علی ذلک الغزالی فی کتابه المنتقذ الخ۔۔	علامہ ابن ابی جمرہ، مازری اور امام یافعی وغیرہ اور صالحین کی ایک بڑی جماعت سے مذکور ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو بیداری کی حالت میں دیکھا اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس طرح کیا کہ جیسا عوارف المعارف میں مذکور ہے۔ اور اسی طرح کہا امام ابوالحسن شاذلی نے جیسا کہ بیان کیا اس کو علامہ تاج بن عطا اللہ نے اور جیسا کہ آپ کے رفیق امام ابوالعباس مرسی نے کہا۔ اور امام علی الوفا نے اور علامہ محدث و قطب قسطلانی نے، اور سید نوردین ایجی نے اور امام غزالی اپنی کتاب المنقذ میں اسی روش پر چلتے اور

الی ان قال و نحن نعلم	ہم جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زندہ
انه ﷺ حی فی تبره یصلی	ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اور
واذا اکرم انسان بوقوع	جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو نبی کریم
بصره علیه السلام فلا	ﷺ کی زیارت نعمت سے نوازے تو
مانع ان یکرم لمحادثته و	شرعاً یا عقلاً اس امر میں کوئی معانی
مکالمة وسواله من اشیاء	نہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے کلام بھی
وانه یجلیبه عنهاوهذا کله	کرے اور وہ حضور ﷺ سے اپنے
غیر منکرشوعاً و عقلاً	مسائل پوچھے۔حضور اکرم ﷺ اس کو
واذاکانت المقدمات	جواب دیں یہ سب امور نہ شرعاً محال
والنتیجات غیر منکرعقلاً	ہیں نہ عقلاً اور جب مقدمات اور نتائج
وشرعاً فانکار هماوانکار	یعنی حضور ﷺ کی زیارت کا ہونا حضور

احدهما غیر ملتفت الیه وہ ﷺ سے گفتگو کرنا سوال و جواب ہونا
معول علیه ومنکرذلک ان شرعاً وعقلاً جائز ہوئے تو زیارت نبوی
کان ممن یکذب یکرامات کا یا کلام یا دونوں کا انکار کرنا قابل
الاولیاء فلابحث ممه التفات ہی نہیں ایسا انکار نا قابل اعتبار
لانهمکذب بما اثیته السنة۔ ہے۔

اگر بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت یا
حضور ﷺ سے کلام کرنے کا منکر ان
لوگوں میں سے ہے جو کرامات
اولیاء اللہ کے منکر ہیں تو اس سے بحث
ہی نہیں کیونکہ وہ ایسی چیز کا منکر

ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہے
۔لہٰذا وہ منکر کتاب وسنت ہوا۔

کرامات اولیاء کے متعلق امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں مکتوبات صفحہ نمبر ۲۱۶۔۱۲۱ ۔بلکہ صور مثالہ ایشاں را درا مکنہ متعدد ظاہر سازندہ و درمسافات بعیدہ کارہائے عجیبہ و غریبہ ازاں صور بظہور آرند کہ صاحب آں صوررااز آنہا اصلاً اطلاع نیست۔ از ماشابہانہ برساختہ اند حضرت مخدومی قبلہ گاہی قدس سرہ می فرمودند کہ عزیزے میگفت عجائب کاروباراست مردم ازاطراف و جوانب می آنید بعض میگویند کہ ترا درمکہ معظّمہ دیدہ ایم ودرموسم حج حاضروباتفاق حج کردہ ایم و بعض دیگر میگویند کہ ترا دربغداد دیدہ بودیم واظہار آشنائی می نمائندومن از خانہ خود ہرگز نہ برآمدہ ام و ہرگز این قسم مردم اندیدہ ام۔

خلاصہ ترجمہ: اولیاء اللہ کی صور مثالیہ متعدد مقامات میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں حالانکہ صاحب صور کو اس کا قطعاً کوئی علم نہیں ہوتا۔جیسا کہ حضرت مخدومی قبلہ گاہی نے فرمایا کہ کوئی کہتا ہے کہ میں نے آپ کو مکہ مکرمہ میں دیکھا ساتھ حج کیا دوسرا کہتا ہو ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا۔ حالانکہ میں اپنے گھر سے باہر ہی نہیں نکلا اور نہ ہی میں نے ان لوگوں کو کبھی دیکھا ہے"

امام صاحب نے اولیاء اللہ کی صور مثالیہ کے یہ حالات بیان فرمائے ہیں اور روح تو مجسم چیز ہے۔ ذی عقل، ذی فہم، ذی حس وحرکت۔ صاحب کلام اسماع بصر اس سے فیض ملنا کیوں محال ہے۔جب کہ صور مثالیہ سے فرق عادت امور مسلمہ حقیقت ہیں۔

روح سے اخذ فیض کا اصطلاحی نام اویسیت ہے۔ اور ایسے لوگوں کو اویسی

کہتے ہیں اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ ہمعات صفحہ ۲۱

حاصل کلام ایں است کہ یک خانوادہ میان مشائخ عظام اویسی است کہ اکثر بزرگان دریں خانوادہ بردند و سردار سلسلہ ایشاں خواجہ اویس قرنی است کہ لجب باطن از سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تربیت یافتہ پس حضرت شیخ بدیع الدین ہم پیراویسی است کہ در باطن تربیت از روحانیت حضرت پیغمبر یافتہ است واز کبائر مشائخ ہندوستان است"

خلاصہ ترجمہ: ان تمام خانوادوں میں مشائخ عظام کا ایک خوانودہ اویسی ہے۔ کہ اکثر اولیاء اللہ اسی سلسلہ میں ہوئے ہیں اس سلسلہ کے سردار خواجہ اویس قرنی ہیں کہ قلبی محبت سے حضور اکرم ﷺ سے انہوں نے تربیت حاصل کی پھر شیخ بدیع الدین پیر اویسی ہیں ۔انہوں نے بھی تربیت روحانی حضور اکرم ﷺ کی روح پرفتوح سے حاصل کی ۔اور آپ ہندوستان کے کبار مشائخ میں ہوئے ہیں "

شاہ صاحب کی خوش نصیبی کہیے کہ کراچی کے مفتی صاحب اس وقت موجود نہ تھے ورنہ فتویٰ داغ دیتے کہ یہ نیا نظریہ غلط اور گمراہ کن ہے۔

تراگاہے گریبانے نہ شد چاک: چہ دانی لذت دیوانگی را

تیرا گریبان کبھی چاک نہیں ہوا تجھے کیا خبر دیوانگی کی لذت کیسی ہے۔

جب تجھے چاند نظر نہیں آیا تو ان لوگوں پر اعتماد کر جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

عمر ضرب یضرب پڑھاتے گزر گئی روح کی دنیا کو جھانک کر دیکھنے کا موقع بھی نہ ملا۔ مفتی بیچارے معزور ہیں۔

پھر شاہ صاحب سلسلہ اویسیہ کی ایک خصوصیت بیان فرماتے ہیں۔

همعات صفحہ نمبر ۸۶

وتسلسل خرقه درین طریقه اگرچه متصل است اما تسلسل اخذنسبت درین طریقه متصل نیست یک باره سلسله ظاهر میشود.	طریقہ اویسیہ میں تسلسل خرقہ اگرچہ متصل ہوتا ہے۔ نسبت کے حاصل کرنے میں تسلسل شرط نہیں کیونکہ یہ سلسلہ کبھی ظاہر ہوتا ہے پھر غیب ہو جاتا ہے پھر بطریق اویسیہ باطن سے ظاہر ہوتا ہے۔
بعدازان مفقود میگردد باز بطریق اویسیه باطن ظهور مینماید.	
ایں طریقه بحقیقت هم اویسیه است متوسلان این طریقه درردحانیاں علوے و مهابتے دارند	یہی طریقہ در اصل اویسی ہے۔ اس طریقہ کے سالک روحانیوں میں بڑے بلند مرتبہ اور ہیبت کے مالک ہوتے ہیں۔

شاہ صاحب نے دو باتیں واضح فرما دیں کہ سلسلہ اویسیہ میں اخذ نسبت میں تسلسل شرط نہیں کیونکہ مدتوں غیب رہنے کے بعد پھر ظاہر ہوا کرتا ہے۔ دوسری بات کہ تمام سلاسل میں یہ سلسلہ اعلیٰ ارفع اور اقویٰ ہے۔

پھر حضرت شاہ ولی اللہ روح سے اخذ فیض کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہیں۔

ہمعات صفحہ نمبر ۶۲

وبالجملہ ایں اسباب مقتضی آں شدند که امروز اگر کسے را مناسبت بروح خاص پیدا شود وازآ نجافیض بردارد غالبا بیرون نیست ازآنکه ایں معنی به نسبت حضور ﷺ باشد یابه نسبت حضرت امیرالمومنین علی کرم الله وجه یابه نسبت غوث جیلانی رحمۃ الله علیه	یہ تمام اسباب اس امر کے متقاضی ہیں کہ اگر آج کسی شخص کو کسی خاص روح سے نسبت اور رابطہ حاصل ہوجائے تو وہ اس روح سے فیض اخذ کرے گا یہ ربط رسول اکرم ﷺ کی روح پر فتوح سے ہو تو فیض حضور اکرم ﷺ سے حاصل کرے گا اگر حضرت علیؓ کے روح سے نسبت اور ربط ہوا تو ان سے اور اگر یہ ربط حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی روح سے ہوا تو وہاں سے فیض حاصل کرے گا۔

یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ اخذ فیض کے لئے نسبت اور ربط بالشیخ شرط ہے ورنہ حصول فیض محال ہے۔

حضرت شاہ عبدلعزیز دہلویؒ نسبت اویسیت کے متعلق فرماتے ہیں:

شفاء العلیل شرح قول الجمیل صفحہ ۱۷۸

''میں نے ولی نعمت یعنی مصنف سے پوچھا کہ شیخ ابو علی فارمدی کو کہ ابوالحسن خرقانی کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اس رسالہ میں کیوں نہ ذکر فرمایا۔ فرمایا کہ یہ نسبت اویسیت کی ہے۔ یعنی روح فیض ہے اور اس رسالہ میں عرض یہ ہے کہ نسبت صحبت کی من و عن عالم شہادت میں جو ثابت ہے مذکور ہو۔ لیکن اویسیت

کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔ شیخ ابو علی فارمدی کو ابو الحسن خرقانی سے روحی فیض ہے ان کو بایذید بسطامی کی روحانیت سے اور ان کو امام جعفر کی روحانیت سے تربیت ہے۔ چنانچہ رسالہ قدسیہ میں خواجہ پارسا نے ذکر کیا۔

والامام جعفر الصادق ایضا انتساب الی جده ابی امه القاسم بن ابی بکر صدیق عن سلمان الفارسی عن ابی بکر الصدیق عن رسول الله ﷺ	امام جعفر صادق کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق سے فیض حاصل ہوا ان کو سلمان فارسی سے اور انکو ابوبکر صدیق سے اور ان کو نبی کریم ﷺ سے فیض حاصل ہوا

مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۲۲۰

اتفاقا دریں وقت گزر برمزار عزیزے افتادودریں معامله آں عزیز را اممد و معاون خود کرد دریں اثناء عنایت خداوندی جل شانه در رسید و حقیقت معامله را کماینبغی وا نمود روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیه اسلام که رحمت عالمیاں است دریں وقت حضور	اتفاقاً ایک بزرگ کے مزار پر گزر ہوا۔ صاحب مزار کو اس کشفی معاملہ میں اپنا مدو معاون بنایا۔ چنانچہ اس دوران اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مجھ پر مسئلہ کی حقیقت کما حقہٗ واضح ہوگئی اور نبی کریم ﷺ کی روح پر فتوح سامنے آئی اور دل غمگین کو تسلی دی اور معلوم ہوا کہ قرب خداوندی کا حصول فضیلت کلی ہے اور جو قرب آپؐ کو حاصل ہوا ہے یہ قرب ظلی ہے

ارزنی فرمود و تسلی خاطر
حزیں نمودو معلوم گشت که
آرے قرب الٰہی موجب فضل
کلی است اما ایں قرب که ترا
حاصل شدہ است قرب ظلی
است

ظاہر ہے کہ حضرت مجدد ؒ کو صاحب مزار کی روح اور حضور اکرم ﷺ کی روح پر فتوح سے فیض حاصل ہوا اور عقدہ کھل گیا۔

﴿علمائے دیوبند اور روح سے اخذ فیض﴾

نمبر ا۔ تذکرہ الرشید ۲: ۱۰۸ سلسلہ اویسہ کا ذکر یوں ہے۔

"خواجہ ابو علی فارمدی کو نسبت اویسیت حاصل ہے ابو الحسن خرقانی کے ساتھ۔ اور ان کو بایزید بسطامی سے روحی فیض پہنچا اور ان کی تربیت امام جعفر صادق کی روحانیت سے ہوئی اور امام جعفر کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر کے ساتھ انتساب حاصل ہے۔ ان کو سلمان کے ساتھ، ان کو خلیفہ رسول اللہ صدیق اکبر ابوبکر صدیق ؓ بن ابی قحافہ کے ساتھ اور صدیق اکبر نے جو کچھ حاصل کیا سرور عالم ﷺ سے حاصل کیا۔ اس نسبت اویسیہ کو صدیقیہ نقشبندیہ نظامیہ قدوسیہ کہتے۔"

نمبر۳۔ تذکرہ الرشید ص ۲ تا ۱۹۷

"ایک روز مولوی امیر شاہ خان صاحب نے حضرت اقدس سرہ کے سامنے ایک جوان کا قصہ بیان کیا (طویل قصہ) حضرت اقدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ "بھائی یہ کچھ زیادہ غلبہ نہیں کیونکہ جوان مذکور کو آنکھیں بند کرنے اور قلب کی طرف متوجہ ہونے کی نوبت پہنچتی تھی، میرا حضرت حاجی صاحبؒ کے ساتھ برسوں یہ تعلق رہا کہ بغیر آپ کے مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوئی، حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے۔ اور اس کے ساتھ رسول کریم ﷺ سے برسوں یہی تعلق رہا"

حضرت گنگوہیؒ کے اس ارشاد سے حیات نبویؐ بھی ثابت ہوئی، بیداری میں زیارت رسول ﷺ بھی اور اخذ فیض از روح بھی ثابت ہوا۔

۲۔ تذکرہ الرشید ص ۲: ۱۰۹

حضرت امام ربانی قدس سرہ (رشید احمد گنگوہی) کا تربیت باطنی و فیوضات روحانی میں قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کی ذات بابرکات کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھنا نسبت اویسیت و فیضان روحانیت کے علاوہ سلاسل اربعہ میں واسطہ حاصل ہے"

۴۔ تذکرہ الرشید ۲: ۲۶۶

"ایک بار ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور زندگی سے مایوسی ہوئی تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغیر سنی کا تردد تھا۔ اسی وقت رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ تشریف لائے اور فرماتے ہیں "تو کا ہے کا فکر کرے ہے جیسے تیری اولاد ویسے میری بھی" آپ کو اطمینان ہو گیا۔"

۵۔ نقش حیات ص ۱۰۵

''مدینہ منورہ میں عجیب کیفیات وتیز روشنی دائیں بائیں معلوم ہوتی تھی مدینہ منورہ میں بھی اور احمد آباد جیل میں بھی کبھی کبھی رہتی تھی جس سے حضرت قدس سرہ العزیز اور جناب رسول خدا ﷺ کی روحانی امداد معلوم ہوتی تھی''

۶۔ نقش حیات ص ۳۷۴

''ایام تحریک خلافت ایک بزرگ نقشبندی دیو بند آئے۔ ''مولانا نانوتوی کا وصال ہو چکا تھا حضرت نانوتویؒ کے مزار پر حاضر ہوکر مراقب ہوئے دیر تک مراقبہ میں رہے بعد میں فرمایا میں نے مراقبہ میں حضرت نانوتوی سے خلافت کی تحریک میں حکام کی سختیوں کا تذکرہ کیا تو حضرت مولانا محمود الحسن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مولوی محمود حسن عرش خداوندی کو پکڑ کے اسرار کر رہے ہیں کہ انگریز کو جلد ہندوستان سے نکال دیا جائے''

یہ مولانا مدنیؒ کا بیان ہے۔ اس کے کئی امور ثابت ہوئے مثلاً: روح سے کلام، کشف قبور، روح کا قبر میں ہونا، روح کو دنیا کے حالات معلوم ہونا، برزخ میں دنیا والوں کے لئے دعا یا بد دعا کرنا، روح سے فیض حاصل ہونا۔

۷۔ فتاویٰ درالعلوم دیوبند ص ۱۳۹

عنوان: سلسلہ اویسیہ کی تحقیق

سوال: سلاسل اولیاء کرام میں سے کوئی سلسلہ اویسیہ بھی ہے یا نہیں؟

حضرت اویس قرنی سے کوئی مرید بھی ہوا کہ نہیں؟

آج کل ان کے سلسلے میں کوئی شخص مرید کرتا ہے؟

اور اویس قرنی کے حالات میں کون سی کتاب ہے۔ علماء طریقہ اویسیہ کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ جو شخص اویسیہ طریقے میں مرید ہو وہ کافر ہے۔

الجواب:

اویسیہ طریقہ کے معانی اب اصطلاحاً یہ ہیں کہ جس بزرگ کو کسی دوسرے بزرگ سے روحانی فیض حاصل ہو اور بظاہر فیض صحبت حاصل نہ ہوا ہو اس کو کہا جاوے گا یہ بطریق اویسیہ ان کو فیض حاصل ہے۔ جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ سے مولانا خرم علی مترجم قول جمیل نقل فرماتے ہیں کہ مولانا نے فرمایا کہ میں نے حضرت ولی نعمت سے پوچھا کہ شیخ ابوعلی فارمدی کو کہ ابوالحسن خرقانی کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اس رسالہ میں کیوں نہ ذکر کیا؟ فرمایا یہ نسبت اویسیہ کی ہے یعنی روحی فیض ہے اور اس رسالہ میں عرض یہ ہے کہ جو نسبت صحبت من وعن عالم شہادت میں ثابت ہے وہ مذکور ہے۔ لیکن اویسیہ کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔ شیخ ابوعلی فارمدی کو ابوالحسن خرقانی سے روحی فیض ہے ان کو بایزید بسطامی کی روحانیت سے اور ان کو امام جعفر کی روحانیت سے تربیت ہے۔

چنانچہ رسالہ قدسیہ میں خواجہ محمد پارسا نے ذکر کیا ہے'' اس عبارت سے واضح ہوا کہ نسبت اویسیہ کے معانی روحانی فیض کے ہیں۔ اور یہ نسبت قوی اور صحیح ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نسبت اویسیت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت اویس قرنی سے کوئی مرید ہوا اور یہ بھی واضح ہوا کہ نسبت اویسیت کا انکار غلط ہے۔ چونکہ اویس قرنی کو آنحضرت ﷺ سے روحی فیض حاصل ہوا ہے۔ صحبت آنحضرتؐ کی ان کو حاصل نہیں ہوئی جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ :خیر التابعین اویس القرنی اوکما قال ﷺ اس لئے جس کو روحی فیض حاصل ہو گا کسی بزرگ سے اس کو نسبت اویسیہ سے تعبیر کریں گے۔''

ضرور مشائخ اولیائے کرام اور قبور اولیائے کرام سے فیوض باطنی اور برکات کے حاصل ہونے کا عقیدہ اہل سنت میں اتفاقی اور اجماعی ہے۔ جیسے علمائے

دیوبند نے ایک مستقل رسالہ ''عقائد علمائے دیو بند'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ پھر اس پر مختلف ملکوں کے سینکڑوں علماء کی تصدیقات ہیں۔

۸۔عقائد علمائے دیوبند ص ۳۵ تا ۳۷

السوال الحادی عشر هل یجوز عندکم الاشغال باشغال الصوفیة و بیعتهم وهل تقرلون بصحة وصول الفیوض الباطنیه عن صدوراکابروقبورهم و هل لیستفید اهل السلوك من روحانیة المشائخ الاجلته ام لا؟	سوال نمبر۱۱: کیا صوفیاء کے اشتغال میں مشغول ہونا اور ان سے بیعت ہونا تمہارے نزدیک جائز ہے؟اور کیا اکابر کے سینوں اور ان کی قبور سے باطنی فیضان پہنچنے کے تم قائل ہو یا نہیں اور مشائخ کی روحانیت سے اہل سلوک کو کوئی نفع پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

یستحب عندنا اذافرغ الانسان من تصحیح العقائد وتحصیل المسائل الفرودیة من الشرع ان یبایع شیخاراسخ القدم فی شریعیه زاهدا فی الدنیا وراغباً جی الاخرة وقد قطع عقبات النفس و تمرن فی	ہمارے نزدیک پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ انسان جب عقائد کی درستگی اور شرع کے مسائل ضروریہ کی تعلیم سے فارغ ہو جائے تو ایسے شیخ سے بیعت ہو جائے جو شریعت پر چلنے میں راسخ القدم ہو، دنیا سے بے رغبت ہو، آخرت کا طالب ہو، نفس کی گھاٹیوں کو طے کر چکا ہو، نجات دلانے والے اعمال کا

المبخيات و تبتل عن المهدكات كاملاً مكملاً و يضع يده فی يده و يحبس فی نظره و يشتغل باشغال الصوفية من الذكرو الفكرد والْفناء الكلی فيه و يكتسب النسبة التی هی نعمة العظمه والغنيمة الكبریٰ وهی المعير عنها بلسان الشرع بالاحسان واما من لم تبسير ذلک ولم يقدرله ماهناك فيكفيه الانسلاك بسلكهم والانخراط فی حزبهم فقد قال رسول الله صلی عليه وسلم المراء مع من احب اولئک قوم لا يشقی جليسهم ونحمدالله تعالٰی و حسن العامه نحن ومشائخنا قد دخلوافی بيعتهم و اشتغلو باشغالهم

خوگر ہو۔ تباہ کرنے والے اعمال سے علیحدہ رہنے والا ہو۔ خود کامل ہو اور دوسروں کو صاحب کمال بنا سکتا ہو۔ ایسے مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی نظر کو اس کی نظر میں بند رکھے صوفیاء کے اشغال یعنی ذکر و فکر میں فنائے تام کے ساتھ مشغول میں مشغول ہو اس نسبت کو حاصل کرے جو سب سے بڑی نعمت اور غنیمت ہے۔ جس کو شریعت کی زبان میں احسان کہتے ہیں اور جس کو یہ نعمت میسر نہ آسکے اور یہاں تک پہنچنے کی ہمت نہ ہو اس کے لئے اہل اللہ کے سلسلے میں شامل ہوجانا بھی کافی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہ سکتا اور بحمد للہ ہم اور ہمارے مشائخ ایسے اہل اللہ کی بیعت میں داخل ہیں۔

وقصدر الارشاد والتلقين والحمدلله على ذالك واما استفادة من روحانية المشائخ الاجلة ووصول الفيوض من صدور هم و قبورهم نصحيح على الطريقة المعروفة فی اهلها و خواصها لايماهو شائع جی العوام

اور ان کے اشغال میں مشغول اور ارشاد و تلقین کے در پے ہیں الحمد للہ علی ذلک رہی بات مشائخ کی روحانیت سے استفادہ کرنے اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیض حاصل کرنے کی۔ سو بے شک یہ صحیح ہے مگر اس طریقہ سے جو فیض حاصل کرنے کے اہل ا[illegible] خواص میں جانا پہچانا ہے اس طریقہ سے نہیں جو جاہل عوام میں رائج ہے۔

اس فتوئی کی عبارت سے کوئی امور کی وضاحت ہوتی ہے۔

نمبر۱۔ علوم نقلیہ شرعیہ ظاہریہ جو کتابوں کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے علوم شرعی بھی ہیں جو کتابوں سے نہیں، بلکہ اولیاء اللہ کے سینوں سے القائی اور انعکاسی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ اگر شیخ زندہ ہو، اور اولیاء کی قبور سے حاصل ہوتے ہیں۔ اگر ربط بالشیخ روحانی طور پر ہو چکا ہو۔

نمبر۲۔ ان روحانی علوم اور اسرار کے حصول کے لیے پہلے تصحیح عقائد مسائل شرعیہ ضروریہ کا علم حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنا درجہ مبادلی اور قواعد کا رکھتا ہے۔ کیونکہ ان کو درجہ قرب فرائض کا حاصل ہے اور اشغال صوفیاء کا درجہ قرب نوافل کا ہے۔ اور ظاہر ہے قرب فرائض کے حصول کے بغیر قرب نوافل کی توقع رکھنا ایسا ہی ہے جیسا بیج اور جڑ کے بغیر پھل کی توقع رکھنا۔

نمبر۳۔ تصوف وسلوک اسی حقیقت کا دوسرا نام ہے جس کو حدیث کی اصطلاح میں احسان کہا جاتا ہے۔ جس کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کی جاء جبرئیل یعلمکم دینکم واضح فرمادیا کہ یہ دین کا جزو ہے کوئی شے زائد نہیں نہ دین سے خارج ہے۔

نمبر۴۔ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے اس نعمت عظمیٰ کے حصول سے قاصر ہو تو اہل اللہ کے سلسلے میں منسلک ہو جائے۔

نمبر۵۔ اہل اللہ کے ساتھ منسلک ہو کر ان کی مجلس میں بیٹھنے والا محروم نہیں اگر کوئی بد بخت اور برخود غلط آدمی ان دونوں سے محروم ہو تو کم از کم اس جزو دین کو بدعت کہنے سے پرہیز کرے۔ ایسا نہ ہو کہ خود گمراہ ہونے کے علاوہ دوسروں کی گمراہی کا سبب بن جائے۔

نمبر۶۔ یہ علمائے دیوبند کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ جو اس اقتباس میں بیان کیا گیا ہے۔

نمبر۷۔ حکایات اولیاء۔ مولانا اشرف علی تھانوی

"مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی درالعلوم دیوبند جب حج پر تشریف لے جا رہے تھے۔ ساتھیوں سے فرمایا:۔

"بھئی! میں پنجلاسہ ضروری جاؤں گا اور حضرت راؤ عبداللہ شاہؒ کو ضرور ملوں گا۔مل کر رخصت ہونے لگے تو فرمایا حضرت میرے لئے دعا فرمایئے۔اس پر انہوں نے فرمایا۔ بھائی! میں تیرے لئے کیا دعا کروں۔میں نے اپنی آنکھوں سے دونوں جہاں کے بادشاہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بخاری پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔"

شاہ ولی اللہؒ کا حضور اکرم ﷺ سے قرآن مجید پڑھنے کا واقعہ گزر چکا

ہے۔ اس واقعہ سے مولانا نانوتویؒ کا حضور اکرم ﷺ سے حدیث پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ روح سے فیض باطنی اخذ کرنے میں تو کوئی اشکال نہیں۔ اس واقعہ سے تو ظاہری علوم کی تعلیم بھی اہل قبور اور اہل برزخ سے ثابت ہے۔

ایسی کتابیں چونکہ خارج از نصاب ہیں اس لئے کراچی کے مفتی صاحب کی نگاہ اس پر نہ پڑھے گی ورنہ مولانا تھانویؒ کے خلاف فتوے صادر کردیتے کہ نیا طریقہ ایجاد کیا ہے جو غلط اور گمراہ کن ہے۔

غالباً اسی وجہ سے مولانا مدنیؒ نقش حیات ص نمبر ۵۵۲ پر فرماتے ہیں:

''جیسا کہ ہمیشہ کہ مشہور مولویوں اور پیروں سے امید نہ رکھنی چاہئے''

واقعی ے : از چنیں مرداں امید چہ امید ہی

نمبر ۱۰۔ خدام الدین۔ مولانا بنوری ص نمبر ۶۹

''مولانا محمد یوسف نبوری مرحوم ایک نقشبندی قابلی اہل دل شیر آغا کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور کئی ماہ تک نقشبندی طریقہ کے مطابق مراقبے اور دیگر صوفیانہ اشغال میں مشغول رہے۔ پشاور کے پاس ایک بزرگ حضرت عبدالغفور کے مزار پر بیٹھ کر اشغال میں رہتے تھے۔فرماتے تھے تحدیث نعمت کے طور پر کہ میرے سات کے سات لطائف جاری ہوگئے۔''

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ مولانا بنوری حضرت عبدالغفور صاحب کی قبر پر جا کر اشغال جاری رکھتے تھے'' ان کی روح سے اخذ فیض کے بعد سارے لطیفے منور ہو گئے اسی کو فیض بطریق اویسیہ کہا جاتا ہے۔یہی روح ولی اللہ یا روح پرفتوح نبی کریم ﷺ اس کا مرشد ہوگا۔اسی سے بیعت بھی ہوگی۔ یہی روحانی بیعت ہوتی ہے،روح سے فیض ہونا خرق عادت اور کرامت کے طور

پر ہوتا ہے۔ اسی طرح بیعت روحانی بھی خرق عادت ہے۔ بعد بر خود غلط آدمی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات سابقہ صوفیا سے منقول نہیں۔ مگر سوال یہ ہے آپ نے تصوف کی کتابوں کا مطالعہ ہی کب کیا ہے؟ کیا امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ سے بیعت منقول نہیں؟ کیا سینکڑوں صوفیاء سے نبی اکرم ﷺ سے مصافحہ منقول نہیں۔ حضور ﷺ سے مصافحہ اور بیعت میں کیا فرق ہے؟ حضور اکرم ﷺ سے کلام ثابت ہے، مصافحہ ثابت ہے، بیعت ثابت ہے، بالفرض اگر صوفیاء سے منقول نہ ہوتا تو عدم ذکر شے سے عدم شے کب لازم آ گیا۔ پھر اس روحانی بیعت میں کون سا شرعی قانون ٹوٹتا ہے؟ کون سی شرعی قباحت لازم آتی ہے؟

مولانا بنوریؒ کو تو قبر سے فیض ہوا۔ سات لطائف جاری ہو گئے، مگر ان انقلابات ہیں زمانے کے ان کے جاری کردہ بیانات کے کرتا دھرتا آج وہ مفتی صاحب ہیں جن کا فتویٰ یہ ہے۔ کہ یہ روح سے فیض اور بیعت روحانی مولانا اللہ یار خان صاحب کا ایجاد کردہ نظریہ ہے۔ جو غلط اور گمراہ کن ہے ان کو کوئی بتائے کہ اپنے ولی نعمت سے ہی پوچھا ہوتا کہ اس گمراہ کن نظریہ کا پرچار کیوں کرتے رہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ مولانا بنوریؒ نے دعویٰ کر دیا کہ اس روحی فیض سے میرے سات کے سات لطائف جاری ہو گئے۔ بڑی سعادت ہے مگر اندیشہ یہ ہے کہ اکوڑہ خٹک کے مفتی صاحب سن پائیں گے تو جھٹ فتوے دیں گے کہ محمد یوسف بنوری خدا رسیدہ بزرگ نہیں ورنہ یہ فنا اور ترک دعوے سے آراستہ ہوتا۔

نمبر ۱۱۔ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک مئی ۱۹۸۱ء

''طریقہ اویسیہ حضرت اویس قرنی کی جانب منسوب ہے۔ کیونکہ انہوں نے غائبانہ طور پر حضور اکرم ﷺ کی روح پرفتوح سے فیض حاصل کیا تھا۔ اس طرح سے اویسی کی دو طرح سے تعبیر ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ کوئی ولی اللہ براۓ راست حضور ﷺ سے فیض حاصل کرے، یا یہ کہ کوئی ولی اللہ کسی دوسرے ولی کی روح سے غائبانہ طور پر فیض یاب ہو جاۓ، دونوں صورتوں میں ایسے بزرگ کو تصوف کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔

طریقہ کے مشائخ کبار فرماتے ہیں کہ اویسی اولیاۓ کرام کو ظاہر میں کسی پیر کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ ان کو رسالت مآب ﷺ سے یا اولیاء حق میں سے کسی دوسرے ولی کی روح اپنی آغوش عنایت میں پرورش دیتی ہے اور یہ اعلیٰ وارفع مقام ہے۔''

نوٹ :۔ یہ حضرت شاہ ولی اللہ اور عارف جامی سے نقل کیا گیا ہے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ روح پرفتوح نبی کریم ﷺ سے فیض بھی ملتا ہے اور بیعت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے اویسی بزرگ کو کسی ظاہری بیعت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہی روح اس کی مربی اور مرشد ہوتی ہے۔

بات تو واضح ہو گئی مگر حیرت ہے کہ کراچی کے مفتی صاحب اس نو ایجاد غلط اور گمراہ کن نظریے'' کا نوٹس کیوں نہیں لیا۔ ممکن ہے کہ آداب صحافت کے منافی ہو ورنہ ان کی رگ حمیت پھڑک اٹھتی اور فتوے دے دیتے کہ ''چونکہ ایسے لوگوں کو کسی سلسلہ سے اجازت نہیں ہوتی اس لئے انہوں نے یہ نیا نظریہ ایجاد کیا ہے۔ جو غلط اور گمراہ کن ہے۔''

اس بیان میں اور کراچی کے مفتی صاحب کے فتوے میں فاصلہ بہت زیادہ

ہے۔ الحق کا بیان ہے کہ ''یہ بہت اعلیٰ اور ارفع مقام ہے۔'' اور کراچی کا فتویٰ ہے کہ یہ ''نو ایجاد غلط اور گمراہ کن نظریہ ہے''۔

بیاور دید گرانیجا بود زباں دانے۔

سچ کہا حافظ ابن عبدالبر نے کہ ''بے علم خاموش ہو جائیں تو جھگڑے ختم ہو جائیں''۔

نمبر۱۲۔ خدام الدین لاہور شیخ التفسیر نمبر

مولانا احمد علی لاہوری کے حالات وکمالات وارشادات۔

صفحہ نمبر ۱۴: ''سلسلہ نبوت تو خاتم النبین رحمتہ للعالمین سیدنا ومولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے لیکن سلسلہ ولائیت قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ آسمان کی زینت اگر ستاروں سے ہے تو کائنات ارضی تزین اولیاء اللہ سے ہے اولیاء اللہ دین کے ان اسرار مخفیہ پر اطلاع دیتے ہیں جن تک عوام کے عقول واذہان کی رسائی ممکن نہیں ہوتی قدرت کا یہ نظام اس طریقہ سے چل رہا ہے کہ عقل کو بغیر تحیر کے کوئی چارہ کارنہیں''

ص نمبر ۱۹۔

''حیات طیبہ کے آخری چند سالوں پر حضرت پر روحانیت کا بہت زیادہ غلبہ تھا مکاشفات کی بھی کثرت تھی اور بعض تکوینی اور تشریعی حکمتوں کے تحت حضرت کی زبانی مکشوفات کا اظہار بھی زیادہ ہونے لگا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کشفی حالات خود حضرت کہتے نہیں بلکہ کہلوائے جاتے ہیں۔ کشف قلوب اور کشف قبور دونوں میں حضرت کو حق تعالیٰ نے ایک وافر حصہ عطا فرمایا تھا''

صفحہ نمبر ۲۱: ''امت محمدیہ میں ایسے اولیاء اللہ کی بھی کمی نہیں جن کو حق تعالیٰ نے کشف الٰہی اور کشف کونی دونوں نعمتوں سے حسب حکمت نوازا ہے۔ اور

بفضل تعالیٰ ہمارے حضرت لاہوریؒ بھی ان ہی حضرات میں شمار ہوتے ہیں۔"

صفحہ نمبر ۴۴: ہمارے اکابرین دیو بند کو حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حصہ وافر عطا فرمایا ہے۔ ۔۔۔خرق عادات اور کشوف کے ظہور میں بھی یہ اولیاء عصر سے پیچھے نہیں رہے۔

صفحہ نمبر ۴۴ مولانا لاہوری نجم المدارس کے سالانہ جلسہ پر کلاچی تشریف لائے۔ آپ سے مولانا ظہور الحق افغانی نے دریافت کیا کیا آپ بالاکوٹ سید صاحب اور مولانا شہید کے مزار پر تشریف لے گئے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ علامہ افغانی نے دریافت کیا کہ حضرت! کیا وجہ ہے کہ سید صاحب شیخ اور مرشد ہیں مگر ان کر قبر پر انوار مولانا کی قبر کی نسبت کم معلوم ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا ہاں واقع یہی ہے۔ مگر میں نے صاحب قبر سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں سید احمد شہید نہیں ہوں میرا نام بھی سید احمد ہے۔ میں مولانا کا شاگرد نہیں ہوں"

یہ واقع حضرت لاہوریؒ نے مولانا افغانی، مولانا عبدالکریم مدرس نجم المدارس مولانا محمد اسماعیل حال خوشاب اور مولانا قاضی عبدالطیف مدرس نجم المدارس کے سامنے بیان کیا۔

نمبر ۱۳۔ خدام الدین لاہور۔ علامہ بنوری ص ۳۵۔

خدام الدین۔ علامہ بنوری صفحہ نمبر ۳۵ شیخ آدم بنوری اور منازل سلوک

"نکات الاسرار میں شیخ آدم بنوری کہتے ہیں کہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی آخری توجہ ہمارے ہزار سالہ سلوک سے بدر جہاں بہتر اور افضل ہے اسی نے ہمیں قرب پرور دگار کے انتہائی مقامات تک پہنچایا۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ تجھ پر پرودگار کا بہت شکر واجب ہے۔ کہ تو ان کمالات تک پہنچ گیا۔ آج شاذ و نادر کوئی ان مقامات پر پہنچتا ہے" یہ جو کچھ ہے حضرت مجددؒ کی برکت

سے ہے اجمیر میں حضرت نے مجھے حقیقت محمدی ﷺ کی بشارت سے سرفراز فرمایا اور اجمیر میں ہی حقیقت قرآن کی بشارت عنایت فرمائی۔ سرہند شریف میں خلافت سے مشرف فرمایا بعد ازاں حضرت کا وصال ہو گیا اور مہجوروں کے سینہ پر داغ مفارقت دیئے گئے۔

شیخ آدم بنوری فرماتے ہیں میں حضرت کے مزار پر فیض الانوار پر دو سال تک رہا بعض ازاں آنجناب نے ظاہر ہو کر رخصت فرمایا۔ اور جو میرا مقصود تھا پورا ہوا جس قسم کا افادہ باطنی بحالت زندگی حضرت سے ہوا کرتا تھا ویسا ہی ان کے مزار سے ہوا۔

اسی صفحہ ۳۵ پر حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ میں ہے۔

''جب آپ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ روضہ انور ﷺ پر حاضر ہوئے تو مرقد اطہر سے دونوں دست مبارک ظاہر ہوئے اور شیخ نے بہزار شوق بڑھ کر مصافحہ کیا بوسہ دیا یہ معاملہ حاظرین نے بھی مشاہدہ کیا اور جب آپ نے مدینہ منورہ سے واپسی کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ کی طرف سے بشارت ہوئی یا ولدی انت جواری اے میرے بیٹے میرے پڑوس میں رہو''

نوٹ:۔ مزید تسلی کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کر لیا جائے۔

۱۔ تذکرہ مجدد الف ثانی ۲۔ روضہ القیومیہ ۳۔ حضرات القدس، ۴۔ نزہتہ الخواطر

۵۔ حالات مشائخ نقشبند،

حضرت آدم بنوریؒ کے اس بیان سے کئی امور ثابت ہوئے۔ مثلاً

نمبر ۱۔ شیخ کے مزار سے فیض روحانی ہونا یہاں تک کہ ایسا ہی جیسا شیخ کی زندگی میں ہوتا تھا۔

نمبر۲۔ حضور ﷺ کا ظاہر ہو کر دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا۔ یہی بیعت روحانی ہے۔

نمبر۳۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد کہ تم مدینہ منورہ میں ہی رہو حضرت شیخ کا اس حکم کی تعمیل کرنا۔

نمبر۴۔ خدام الدین لاہور علمائے دیوبند کے ایک مایہ ناز فرد مولانا احمد علی لاہوری نے جاری کیا۔ اس میں یہ واقعات خرق عادت، حیات نبوی ﷺ، مصافحہ، روح سے فیض بلا تردید کیسے درج ہو کر شائع ہوئے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب امور اولیائے دیوبند کے عقائد کا حصہ ہیں۔

نمبر۵۔ ایسے ہی خرق عادت امور آج اگر کوئی صحیح العقیدہ صوفی تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتا ہے۔ تو اپنے آپ کو دیوبند کہنے والے مفتیان اکرام کا خون کیوں کھولنے لگتا ہے اور ان کے قلم سے ایسے جاہلانہ فتوے کیوں صادر ہونے لگتے ہیں کہ ،انہوں نے یہ نیا نظریہ ایجاد کرلیا ہے جو غلط اور گمراہ کن ہے

کوئی ان سے پوچھے جن فن سے تم واقف نہیں ہو اس میں دخل کیوں دیتے ہو۔

اذلم ترالھلال قستم الی قومی راہ بالا بصار

جب تجھے چاند نظر نہیں آیا تو ان لوگوں پر اعتماد کر جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کاش کہ ان ہدایت کے ٹھیکیداروں نے اتنی بات ہی سمجھ کے پڑھ لی ہوتی کہ

لا تقف مالیس لک بہ علم

جس حقیقت کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑھ۔

اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے پہلے بھی ایسے واقعات ظاہر ہوتے رہے مثلاً حضرت سید احمد رفاعی جب روضہ اقدس پر حاظر ہوئے تو دو شعر پڑھے۔

حضور اکرم ﷺ کا دست مبارک باہر نکلا اور سید رفاعی نے مصافحہ کیا اور چوما۔ اسی طرح اور واقعات بھی صوفیائے کرام کے حالات میں ملتے ہیں۔

یہ واقع میں نے ایک جلسہ میں دوران تقریر بیان کیا۔ جلسہ کے اختتام پر ایک غیر مقلد تشریف لائے اور کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے۔؟ اسی طرح تمہارے فقہاء لکھتے ہیں کہ بیعت اللہ، اولیاء اللہ کی زیارت کو آجاتا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو ایسی حالت میں وہاں موجود نہ ہوگا لوگ طواف کیا کرتے ہیں گے بیعت اللہ پتھروں کا ہے حرکت کی گر گیا۔

الجواب: میں نے کہا ایک خالص نجی بات پوچھتا ہوں برا نہ منائیں۔آپ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کے نکاح کے گواہ حسب قاعدہ دو ہی ہوں گے؟ کہنے لگے ہر نکاح میں دو گواہ ہوتے ہیں میں نے کہا دو آدمیوں کی گواہی سے نکاح صحیح اور اولاد حلالی ہوئی مگر سید احمد رفاعی سے عینی شاہد نوے ہزار ہیں جو اس وقت موجود تھے یہ ثبوت تو آپ کے والدین کے نکاح کے ثبوت سے زیادہ وزنی اور قوی ہے۔اگر آپ اس واقعہ کا انکار کرنے کی جرات کر سکتے ہیں۔ تو آپ کو اپنے ماں باپ کے نکاح کا انکار کرنے سے کون روک سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا انتم شھداللہ فی الارض دیکھنے والے لوگ گواہ بن گئے۔

رہا بیعت اللہ کے گر جانے کا خطرہ تو ذرا یہ فرمائیں کہ معراج سے واپسی پر حضور اکرم ﷺ نے کو قریش کو بیت المقدس میں جانے کا واقع بتایا تو انہوں نے بیت المقدس کے متعلق کئی نشانیوں کے متعلق سوال کیا۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں میں سخت پریشان ہوا کہ رات کو کون ایسے نشان دیکھتا ہے۔ اچانک رب العالمین نے بیت المقدس میرے سامنے رکھ دیا میں دیکھ دیکھ کہ قریش کے ہر سوال کا جواب دیتا رہا۔

اب آپ فرمائیں کہ بیت المقدس تو مکہ پہنچ گیا۔ وہاں کیا رہا؟ پھر یہ پتھر کی عمارت زمین بوس کیوں نہ ہوگئی؟

عجیب بات یہ ہے کہ خرق عادات امور کو آپ لوگ خالص مادی پیمانوں سے ناپنے کی کوشش کرتے ہیں بھلا آپ کو مایوسی نہ ہو تو کیوں؟ مولوی علوم نبوت تو کتابوں سے حاصل کرتا ہے مگر نور نبوت کی فکر ہی نہیں۔اس لئے محروم رہتا ہے۔ بھلے مانسی یہ ہے کہ جس طرح علوم نبوت حاصل کرنے کے لئے اہل فن کے پاس جانا پڑتا ہے اسی طرح نور نبوت حاصل کرنے کے لئے اہل دل کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنے پڑتے ہیں بشرطیکہ نور سے کوئی مناسبت ہو جو شخص ظلمت میں ہی مگن ہو اس کے لئے تو روشنی کا تصور ہی سوہان روح بن جاتا ہے۔

۱۴۔ماہنامہ بینات جولائی ۱۹۷۸ص نمبر ۵۱

(حضرت مولانا بنوری کی وفات پر حکیم السلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کی تقریر) فرمایا ''امام محمد کی وفات کی بعد عارفین نے پوچھا کہ آپ پر کیا گزری؟ پہلی بات تو یہ فرمائی کہ علماء سے سن رکھا تھا کہ موت بڑی کنگ چیز ہے بڑی سخت چیز بڑے ہی درد قلب کی چیز ہے مجھے تو کچھ معلوم نہیں ہوا میں تو فقہ کا ایک مسئلہ سوچ رہا تھا سوچتے سوچتے دنیا سے آخرت میں پہنچ گیا مجھے خبر نہیں کیا گزری۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ حق تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور فرمایا اے محمد! اگر تمھیں بخشنا نہ ہوتا تو ہم تیرے سینے میں اپنا علم کیوں ڈالتے۔علم تو تقویٰ ہے۔

۱۵۔ ''دارلعلوم'' دیوبند نمبر فروری ۱۹۷۶ص نمبر ۱۶۱

علماء دین اور تصوف وصوفیاء'' علمائے دیوبند جملہ اولیاء امت خواہ وہ کسی مسلک سے ہوں کی محبت وعظمت کو تحفظ ایمان کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔مگر غلو کے ساتھ اس محبت وعقیدت میں انہیں الوہیت کا مقام نہیں دیتے ان کی منور قبروں سے

استفادہ اور فیض حاصل کرنے کے قائل ہیں ۔استمداد کے نہیں۔

۱۶۔ اسی شمارہ کے ص ۱۳۴۳ پر سید احمد بریلوی دیوبند سے گزرتے ہوئے جب اس مقام پر پہنچے جہاں اب دیوبند کی عمارت کھڑی ہے تو فرمایا ''مجھے اس جگہ سے علم کی بو آتی ہے۔'' وہ خوشبو جو سید صاحب کی روحانی قوت نے سونگھ لی تھی۔

مولانا لاہوری کے لئے دعاوی:

۱: خدام الدین شیخ التفسیر نمبر ص ۴۱

سنو ہوش کرو مجھے اللہ تعالیٰ نے باطن کی آنکھیں دی ہیں اور مجھے علم ہے کہ جو نوجوان انگریز کے تابع دار ہیں اور علماء کو گالیاں دیتے مر گئے ہیں ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں ۔ اگر تم کو یقین نہیں آتا تو آؤ میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ میں نے یہ فن چالیس سال میں سیکھا ہے تم کو چار سال میں سیکھا دونگا''

۲: خدام الدین ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۱ صفحہ نمبر ۵

''میں چار طریقوں کو یعنی سہروردی ،چشتی ،نقشبندی اور قادری سب کو حق پر سمجھتا ہوں ، کیونکہ ان کا ایک ہی مقصد ہے۔یاد اللہ ۔۔راستے مختلف ہیں۔ الگ الگ ہیں۔میں نے یہ طریقہ سندھ میں حاصل کیا ۔ دس سال کا تھا جب میں سندھ گیا تھا اور اللہ کے فضل سے بڑی نعمتیں حاصل کی۔ ان میں ایک دل کی بصیرت ہے۔میرے دعوے ہے کہ لاہور کی چودہ لاکھ کی آبادی میں کوئی بھی آنکھوں والا نہیں سب کے سب اندھے ہیں ۔ مرد بھی اندھے ۔عورتیں بھی اندھی۔ سب اندھے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطاء فرمائی ہے۔ اللہ والوں کے ہاں یہ چیز ملتی ہے۔

میں تو دعوے کرتا ہوں کہ آؤ۔ چار سال کا خرچہ بیوی بچوں کو دے کر اور اپنا خرچہ لے کر آؤ سامنے نیم کے پیڑ کے نیچے بٹھلاؤں گا ۔اور صرف وہ چیز کھانے کو

دو نگا جو حلال ہو گی۔ حرام کھانے سے یہ نور حاصل نہیں ہوتا۔ میں نے چالیس سال صرف کیئے تھے لیکن تم کو چار سال میں سکھاتا ہوں۔ چوری کا مال کیا حلال ہے؟ اس لیے تو میں کہتا ہوں کہ لاہوری سب اندھے ہیں یہ آنکھیں تو کتوں، بلیوں اور چوہوں کی بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قوم نوحؑ کو قوم عمین فرمایا ہے کہ وہ قوم اندھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کیا ان کے پاس ظاہری آنکھیں نہ تھیں؟ آنکھیں سب کے پاس تھیں۔ لیکن یہاں دل کی آنکھیں مراد ہیں"

۳: خدام الدین۔ ۷ جولائی ۱۹۶۱ء ص ۵

"لاہور میں سب اندھے ہیں۔ عورتیں بھی اندھی ہیں۔ حلال حرام کی کوئی تمیز نہیں ہے، مجھے اللہ تعالیٰ نے باطن کی آنکھیں عطا فرمائی ہیں۔ یہ نعمت مجھے اللہ والوں کے پاس آنے جانے سے چالیس سال میں حاصل ہوئی ہے۔۔۔ حضور اکرم ﷺ کی مبارک صحبت میں باطن کی آنکھیں وہبًا حاصل ہوتی تھیں، اب کسبًا حاصل کرنے پڑتی ہیں۔

افسوس کہ مولانا لاہوری کو پورے لاہور میں آنکھوں والا ایک بھی نہ ملا۔ اکوڑہ خٹک میں ایک آنکھوں والے مفتی موجود ہیں، اگر وہ مولانا لاہوری کا یہ دعویٰ سن پاتے تو اپنی بصیرت سے کام لے کر فتوے دے دیتے کہ:

"احمد علی خدا رسیدہ نہیں ہے کہ۔ ورنہ فناء اور ترک دعویٰ سے آراستہ ہوتا۔

۴: شمارہ مذکور نمبر ۶

"خدا تم کو ہدایت دے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کشف قبور ہے مجھے پتہ ہے کہ جو نوجوان انگریز کی عزت اور علمائے کرام کی توہین کرتے تھے آج ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں اور وہ عذاب میں مبتلا ہیں"۔

حیرت ہے کہ حضرت لاہوریؒ کے یہ بڑے بڑے دعوے سن کر علامہ افغانی

کو ان کے متعلق کوئی اندیشہ لاحق نہیں ہوا؟ ممکن ہے توجہ ہی نہ فرمائی ہو، ورنہ وہ کیسے بچ سکتے تھے۔

تصوف وسلوک کے عنوان کے تحت میں نے علمائے دیوبند کے اشارات عقائد اور کمالات اس لئے لکھ دیے ہیں کہ جو لوگ تعصب کا شکار نہیں، مگر مفسدوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر علمائے دیوبند کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے کہ علمائے دیوبند کی نگاہ میں اولیاء اللہ کی عزت وعظمت کتنی ہے؟ حیات النبی، روح سے اخذ فیض، کرامات اولیاء دیوبند کا اتفاقی اور اجماعی عقیدہ ہے۔

عوام بھی بیچارے مجبور ہیں۔ کچھ لوگ دنیاوی مفاد کی خاطر اپنے آپ کو دیوبند کہتے ہیں مگر علمائے دیوبند کے اجماعی عقائد کے منکر ہیں۔ صالحیہ کرامیہ اور خارجیوں کے عقائد جمع کر کے اس ملغوبے کا نام توحید رکھا لیا اور اس تثلیثی توحید کے پرچار کے لیے دیوبندیت کا سٹیج استعمال کیا سننے والے سمجھیں دیوبندیت یہی ہے۔ انہیں کون بتائے کہ یہ بہروپیے تو حنفیت سے بھی کوئی واسطہ نہیں رکھتے بلکہ وہ تو اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ لہذا عوام کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کی وجہ سے اہل حق کے متعلق اپنے دلوں میں نفرت کے جذبات پالنے سے اجتناب کریں۔